دُرگا سپت شتی



بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

دُرگا سپت شتی

(موسومہ دُرگا پاٹھ)

منظوم اُردو ترجمہ: بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

MODERN PUBLISHING HOUSE
9, Gola Market, Darya Ganj, New Delhi-110002
Phone: 011-3278869

DURGA SAPT SHATI (@ Durga Paath)

Translated in Urdu Poetry by:
Bisheshwar Prashad Munawwar Lucknowi

Rs. 75/- **2001**

دُرگا سپت شتی

(موسومہ دُرگا پاٹھ)

منظوم اُردو ترجمہ:

بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹، گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

اشاعت : ۲۰۰۱ء

قیمت : پچھتّر روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ : نعمت کمپوزنگ ہاؤس، دہلی

سرورق : وجے گرافکس، نئی دہلی

مطبع : ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی

پبلشر : للت پبلی کیشنز 9، ہائیڈ وبل، چوڑا میدان، شملہ-171004

زیرِ اہتمام

پریم گوپال متّل

تقسیم کار:

موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۹، گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

فہرست مضامین

حبیبِ خوش نصیب

گن بیر کشور صاحب ماتھر

کے نام

جن کی والہانہ عقیدت کے تقاضے سے دُرگاسپت شتی کو میں
مکمل طور پر جامۂ شاعری میں ڈھال سکا اور جن کی سیر چشمی
اس مقدّس صحیفہ کی اشاعت کا رازِ سر بستہ ہے۔

کچھ پبلشر کی طرف سے

یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ بیسویں صدی میں منظوم اُردو تراجم کے میدان میں کثیر ترین اور مفید ترین کام کرنے کا شرف مرحوم علاّمہ بشیشور پرشاد سکسینہ منوّر لکھنوی کے حصّے میں آیا جہاں اُنھوں نے کالی داس، اقبال، ٹیگور، دیش بندھو سی۔ آر۔ داس، بھاس، وشاکھادت کی اور نامور جرمن فلاسفر گوئٹے کی شہرۂ آفاق ادبی تصانیف کے منظوم ترجمے اُردو دُنیا کو دیے وہاں اُن کے کیے ہوئے مقدّس تہذیبی صحیفوں کمار سمبھو، مہاتما بُدھ کی تعلیمات کے مجموعے دھمپد، جے دیو کی ''گیت گووند''، شنکر آچاریہ کی چرپٹ پنجریک، شریمد بھاگوت گیتا اور دُرگا سپت شتی کے منظوم ترجمے بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئینِ اُردو کے ہاتھوں تک پہنچے۔ موصوف نے قرآن مجید کی سورتوں اور انجیلِ مقدّس کے ابواب کے منظوم ترجمے بھی کمالِ عقیدت اور فنی التزام سے کیے۔ کمار سمبھو، دُرگا سپت شتی اور گیت گووند جیسے مقدّس صحیفوں کے منظوم ترجمے کرنے کا حوصلہ کسی دوسرے اُردو شاعر کو نہیں ہوا۔ ''کمار سمبھو'' اور ''دھمپد'' کے منوّر کے تراجم تو انجمن ترقی اُردو ہند جیسے موٗقر ادبی ادارے نے شائع کیے۔

آج منوّر صاحب کے انتقال کو رُبع صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، ان کی مطبوعہ تصانیف و تراجم مارکیٹ میں نایاب ہو چکے ہیں۔ راقم السطور کو قبلہ منوّر صاحب آنجہانی سے شرفِ تلمّذ حاصل رہا ہے اور موصوف کی حیات اور ادبی خدمات پر میرا ایک ضخیم تحقیقی مقالہ بھی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً کچھ مذہبی ادارے نیز ادیب احباب منوّر صاحب کے بعض منظوم تراجم کی مجھ سے مانگ کرتے رہے ہیں، بالخصوص جناب سریندر ناتھ کوہلی (جموّں) جیسے بھگوتی دُرگا کے کئی عقیدتمندوں کی مسلسل فرمائشوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے خاکسار نے منوّر صاحب کے دُرگا سپت شتی کے منظوم ترجمے کو جس کا پہلا ایڈیشن منوّر صاحب کی حیات میں شائع ہوا تھا، شائع کر کے بلا منافع اس کی لاگت کی قیمت پر خواہشمندوں کو مہیا کرنے کا فیصلہ کیا۔ امید ہے بھگوتی کے شردھالو اور صالح ادب کے شائقین میری اس حقیر پیشکش کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

——— (ڈاکٹر) شباب للت
پبلشر

عرضِ منوّر

(پہلے ایڈیشن سے ماخوذ)

''دُرگا سپت شتی'' ہندو مذہب کا ایک نہایت مقدّس اور پُر اسرار طور پر اہم اور پُر تاثیر صحیفہ ہے جو نہ صرف شکتی مذہب کے ماننے والوں میں بکمال عقیدت پڑھا جاتا ہے بلکہ ہندو مذہب کے دوسرے اسکولوں میں بھی نہایت ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ صحیفہ زبانِ سنسکرت میں ہے اور اس کے تراجم ہندی نثر اور نظم دونوں میں ہو چکے ہیں۔ بعض ہندو شعرا نے اس کے کچھ حصص وقتاً فوقتاً اُردو میں بھی نظم فرمائے ہیں۔ میرے والدِ بزرگوار مرحوم ملک الشعرا منشی دُوارکا پرشاد اُفق لکھنوی نے بھی دُرگا درشن کے نام سے ایک طویل مسدّس قلم بند فرمایا تھا۔ ان کے ماموں اور استاد منشی شنکر دیال فرحتؔ لکھنوی نے بھی ''شکت چالیسی'' وغیرہ ایسی اُستتیں لکھ کر دیوی جی کی لیلائیں نظم میں تصنیف فرمائی ہیں۔

میرا یہ آزاد ترجمہ ۱۹۴۶ء میں شروع ہوا تھا اور صرف چند ادھیائے ۱۹۵۳ء تک مکمّل ہوئے تھے۔ جب اس کا ذکر میرے دوست مسٹر گن بیر کشور ماتھر سے آیا تو اُنھوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں اسے مکمّل کر دوں۔ مسٹر گن بیر کشور شکتی مت کے ایک پُر خلوص علمبردار اور دیوی جی کے بڑے بھگت ہیں۔ غالباً جب تک دلّی میں رہتے ہیں بیشتر ہر اتوار کو سات میل کا پاپیادہ سفر کر کے کالکا جی جاتے ہیں اور اُن کے درشنوں سے رُوحانی مسرّت حاصل کرتے ہیں۔ اب یہ ترجمہ اُنھیں کے مصارف سے شائع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ میرے دیگر تراجم و تصانیف کی طرح یہ ترجمہ بھی مقبولِ خاص و عام ہوگا۔

——بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

بندنا

مہادُرگا کے گُن گانے لگا ہوں
مہادیوی سے بَر پانے لگا ہوں
بہت مایا کے چکر نے نچایا
مگر اب ہوش میں آنے لگا ہوں
اسے سمجھیں گے امرت دیوتا بھی
قلم سے رَس وہ برسانے لگا ہوں
کِھلاکر بھگوتی کے پریم کا پھول
دماغ و دل کو مہکانے لگا ہوں
نہ جانے کب سے دل الجھا تھا جس میں
اب اُس گتھی کو سلجھانے لگا ہوں
بُھلا بیٹھا تھا اِک مدّت سے جس کو
وہ شکتی کام میں لانے لگا ہوں

مجھے اپنی شرن کا دے کے انعام
بنادیں گی جگت مایا مرے کام

اُنھیں کے دم سے یارائے بیاں ہے
دہن میں مارکنڈے کی زباں ہے
رہوں اس فخر سے کس طرح محروم
رقم کرتا ہوں دُرگا پاٹھ منظوم
نہیں باتیں مری زنہار فرضی
مہا مایا کی ہے ایسی ہی مرضی
وہی دیں گی طبیعت کو روانی
وہی بخشیں گی ہمّت کو جوانی
اُنھیں کی مورتی پیشِ نظر ہے
اُنھیں کا روپ دل میں جلوہ گر ہے
جلالی دبدبہ بھی دیکھتا ہوں
جمالی طنطنہ بھی دیکھتا ہوں
مہا مایا کی مایا ہے نرالی
کبھی دُرگا کبھی ہیں آپ کالی

کبھی ہیں سرسوتی کے روپ میں آپ
کبھی ہیں لکشمی کے روپ میں آپ
کبھی رکھتی ہیں برمھانی کا قالب
ادا کرتی ہیں قدرت کے مطالب
کبھی بن کر ہمالہ کی کماری
سدا شِو سے جتی کی ہو کے پیاری
شوا کے نام سے ہوتی ہیں مشہور
کیا کرتی ہیں سب پر بارشِ نور
وہی سیتا دُلاری رام کی ہیں
وہی شیاما سلونے شیام کی ہیں

بغیر اُن کے نہیں ممکن کوئی کام
انھیں میرا ہزاروں بار پرنام

پہلا ادھیائے

رِشی ہیں مارکنڈے صاحبِ دل — فقیرِ بے بدل ، درویشِ کامل
ہوئے اِک روز گویا کروشٹک سے — یہ تھا ارشادِ والا کروشٹک سے
جگر پیوند سورج دیوتا کے — جو ہیں فرزند سورج دیوتا کے
اُنھیں ساورن کہتا ہے زمانہ — وہ اپنی منزلت میں ہیں یگانہ
منوٗ جو آٹھویں آئندہ ہوں گے — کمال و اوج میں پائندہ ہوں گے
کبھی تھا اوج پر اقبال ان کا — سناتا ہوں تمھیں احوال اُن کا
ہوا کیسے ظہور اُن کا جہاں میں — ہوئے کس طرح وہ پیدا جہاں میں
یہ سارا ماجرا نوکِ زباں ہے — بیاں تفصیل سے یہ داستاں ہے
دِکھائی جب مہا مایا نے مایا — جما وہ رنگ ، ایسا دَور آیا
ہوئے منونتر کے ساورن مالک — طریقِ راستی کے تھے یہ سالک
تھی ان کی ذاتِ نامی شہرۂ دہر — کہ تھا گلزار اُن سے خطۂ دہر
ہوا منونتر سوآروچش کا جب دور — زمانہ تھا مبارک یہ بہر طور
تھی سوآروچش منوٗ سے اس کی نسبت — کہ تھی اس عہد میں ان کی حکومت
یہ ہستی تھی گلِ گلزارِ کونین — تھے راجہ چیتر اُن کے راحتِ عین
بہت مشہوران کا خانداں تھا — وقارِ دہر تھا فخرِ زماں تھا
ہوئے راجہ سُرتھ پھر اس میں پیدا — صفات ان کی تھیں دنیا پر ہویدا

رعایا پروری ضرب المثل تھی — بساطِ عرش بھی زیرِ عمل تھی
یکایک انقلاب آیا کچھ ایسا — زمانہ پھر خراب آیا کچھ ایسا
پکڑلی طاقت اُن کے دشمنوں نے — بپا کی آفت ان کے دشمنوں نے
وہ کولا راج کو ہتیا چکے تھے — اسے قبضے میں پہلے لاچکے تھے
مقدّر اُن دنوں ان کا تھا یاور — ہوئے راج سُرتھ پر حملہ آور
سُرتھ نے بڑھ کے اُن کا وار روکا — جو تھے بپھرے ہوئے شیر اُن کو ٹوکا
لڑے میدان میں گو توڑ کر جان — مگر پھر بھاگ آئے چھوڑ کر جان
نہ چال اِن کی چلی کچھ اُن کے آگے — نہ دال اِن کی گلی کچھ اُن کے آگے
سُرتھ ہر طرح سے تھے گو توانا — خلاف اُن کے مگر تھا اب زمانا
ہوا دُشوار سا دُشوار جینا — کہ ظالم سرکشوں نے راج چھینا
وہاں بھی تھی سُرتھ کی حکمرانی — تھی اِک وہ بھی اُسی کی راجدھانی
جماتھا رنگ جو اُس کو بگاڑا — چمن ان کی حکومت کا اُجاڑا
ہوئے حاوی امورِ مملکت پر — قدم اُن کا تھا تختِ سلطنت پر
قیامت سی قیامت ڈھانے والے — تھے کولا[1] پر تباہی لانے والے
رہی قبضے میں پھر بھی راجدھانی — اسی پر رہ گئی تھی حکمرانی
رہی قائم نہ لیکن بادشاہی — ابھی کچھ اور باقی تھی تباہی
کیا اس پر بھی دھاوا دشمنوں نے — یہاں بھی رہزنی کی رہزنوں نے
ہوئے راج سُرتھ جس وقت محصور — یگانوں نے سمجھ کر پست و مجبور
کیا محرومِ تخت و تاج اُن کو — بنایا گلشنِ تاراج اُن کو
وزیروں نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑا — مشیروں نے بھی سر اُن سے نہ جوڑا
بغاوت پر ہوئے تیار حکّام — یہ تھے اِس درجہ نا ہنجار حکّام

---

[1] ریاست کا نام۔

زمانہ اب نہ تھا اُن کا زمانہ   گیا غیروں کے قبضے میں خزانہ
اب ان کی فوج پر قبضہ تھا اُن کا   رواں اِن کی جگہ سکّہ تھا اُن کا
چھنا اِن سے وقارِ شہر یاری   یگانے کر رہے تھے اِن کی خواری
سُرتھ نے جب یہ اپنا حال دیکھا   حکومت کو جو یوں پامال دیکھا
ہوئی شرمندگی دِل میں نہایت   یہ سب تھی تیرہ بختی کی عنایت
شکار و سیر کا کر کے بہانہ   ہوئے دارالحکومت سے روانہ
یگانوں دشمنوں سے تنگ آ کر   لیا دَم اِک گھنے جنگل میں جا کر
نہایت دِل فزا اس کی فضا تھی   کشش انگیز ہر موجِ ہوا تھی
قلانچیں اس میں بھرتے تھے چرندے   کلیلیں اس میں کرتے تھے پرندے
مُنی تھے سینکڑوں محوِ ریاضت   رِشی تھے مائلِ شغلِ عبادت
رہا کرتے تھے ذاتِ حق میں واصل   شَرف چیلوں کو تھا خدمت سے حاصل
یہیں میدّھا رِشی کا آشرم تھا   یہ مرکز عیش کا بے گردِ غم تھا
سکوں کی تھی طلب مارے تھے غم کے   سُرتھ نزدیک آئے آشرم کے
ہوا نظّارہ یہ آنکھوں کو مقبول   ٹہلنے میں تھے یہ اس سمت مشغول
ادھر دیکھا انھیں میدّھا رِشی نے   کیا مجبور شوقِ آگہی نے
سُنی سب داستاں راجہ سُرتھ کی   مصیبت تھی گراں راجہ سُرتھ کی
رِشی نے میہماں اُن کو بنایا   بہارِ گلستاں اُن کو بنایا
جگہ دی اُن کو اپنے آشرم میں   رفیق اُن کے ہوئے رنج والم میں
خیال ایک روز یہ آیا سُرتھ کو   مہامایا نے بھرمایا سُرتھ کو
حکومت کے چلے جانے کا غم تھا   رعایا سے جُدائی کا الم تھا
ستاتی تھی نہایت شہر کی یاد   بزرگوں نے کیا تھا اس کو آباد
نہ جانے ملک کا اب حال کیا ہے   عمل میرا جہاں سے اُٹھ چکا ہے

مرے ماتحت رہتے تھے جو حکّام — وہ کیونکر فرض اب دیتے ہیں انجام
ملازم مبتلا ہیں گمرہی میں — مرے تابع جو تھے عہدِ شہی میں
رعایا کو ستاتے تو نہیں ہیں — ستم اُن پر یہ ڈھاتے تو نہیں ہیں
اب اُن کی پرورش سے ہو کے غافل — نہ ہوں گے جانبِ انصاف مائل
شکستہ حال ہوگا ہاتھیوں کا — کلیجہ ریش ہوگا ساتھیوں کا
مہاوت اُن کی لیتے ہیں خبر بھی؟ — حفاظت اُن کی ہے پیشِ نظر بھی؟
نظر رکھتے ہیں داروغہ کہاں تک — پہنچتا ہے انھیں کھانا کہاں تک
نگہبانی کوئی کرتا بھی ہے اب؟ — کہ اپنے کام سے ہے سب کو مطلب
عدوئے جاں ہیں سب دشمن کے بس میں — برنگِ بوم و کرگس ہیں قفس میں
عجب کیا ہے جو وہ رہتے ہوں بھوکے — کہ مجبوراً ہیں قبضے میں عدو کے
مرے دربار میں آتے تھے جو لوگ — مری سرکار میں آتے تھے جو لوگ
مری تعریف میں جو تر زباں تھے — مری توصیف میں رطب اللّساں تھے
مری مدح و ثنا تھا کام جن کا — مری خوشنود تھی انعام جن کا
زر و دولت جنھیں میں بخشتا تھا — ہر اک نعمت جنھیں میں بخشتا تھا
مرے بھنڈار سے ملتا تھا کھانا — تھا جن کے واسطے میرا خزانہ
وہ ہوں گے دوسرے راجوں کے محتاج — سمائی اور ہی ہوگی انھیں آج
عدو کی چاکری سے شاد ہوں گے — مِرے احساں انھیں کیا یاد ہوں گے
کیا تھا جمع میں نے جو خزانہ — خزانوں میں جو تھا سب سے یگانہ
قلق اس کا نہ ہوگا اُن کو بالکل — لٹاتے ہوں گے اس کو بے تامّل
کیا ہوگا اسے بے فائدہ صرف — کریں گے قدر خاک اس کی یہ کم ظرف
سُرتھ پر تھے یہی جذبات طاری — ترقّی پر تھی دِل کی بے قراری
مصیبت میں بہت گھبرا رہے تھے — اِنھی فکروں میں الجھے جا رہے تھے

شکیب و صبر کا یارا نہیں تھا
مگر قسمت سے کچھ چارا نہیں تھا

پسینہ جب ٹپکتا تھا جبیں سے
اُدھر اِک ویشیہ آ نکلا کہیں سے

سُرتھ نے اس سے پوچھا نام اُس کا
سنا افسانۂ آلام اُس کا

عیاں تھی رنگِ رُخ سے بدحواسی
نظر آتی تھی چہرے پر اُداسی

طبیعت پست تھی ، کشتہ تھا غم کا
کیا اس نے بھی قصد اس آشرم کا

کیا دریافت اس سے باعثِ رنج
تھا کیوں آخر گرفتارِ ششش و پنج

کیا اُس ویشیہ نے راجا کو پرنام
نہایت بُردباری سے لیا کام

دِنوں کے پھیر کا قصّہ سنایا
اِک اِک اندھیر کا قصّہ سنایا

کہا سوداگری ہے کام میرا
سمادھی ہوں یہی ہے نام میرا

پسر گو ایک دولت مند کا ہوں
مگر اب میں گرفتارِ بلا ہوں

کیا بے خانماں گھر سے نکالا
مری عورت نے ڈاکہ مجھ پہ ڈالا

کیا دیوانہ ایسا حرصِ زر نے
مرا سب مال ہتھیایا پسر نے

جو گھر والے تھے وہ رہزن بنے ہیں
یہ میری جان کے دشمن بنے ہیں

کہاں سے یہ مصیبت آپڑی ہے
بہت حیران ہوں اُلجھن بڑی ہے

چلا آیا ہوں اس جنگل میں ناچار
نہ میرا دوست ہے کوئی نہ غم خوار

عزیزوں نے بھی سمجھایا نہ اُن کو
کوئی بھی راہ پر لایا نہ اُن کو

سمجھ کر مجھ کو یوں قسمت کا مارا
انھوں نے بھی کیا مجھ سے کنارا

ہے اب تو کُو بکُو آوارہ گردی
کیا کرتا ہوں میں صحرا نوَردی

کوئی پُرساں نہ کوئی دادگر ہے
نہ عورت کی نہ بیٹے کی خبر ہے

نہیں اب خیریت بھی ان کی معلوم
پھرا کرتا ہوں یوں ہی زار و مغموم

ہیں اب وہ نیک خو یا زشت اعمال
نہ جانے کیا ہے کاروبار کا حال

چلن کیسا ہے ان کا ڈھنگ کیا ہے
مزاجوں کا نہ جانے رنگ کیا ہے

سُرتھ نے پھر سمادھی سے یہ پوچھا	مرے ہمدم یہ آخر بات ہے کیا
کیا عورت نے جب تم سے کنارا	کسی شے پر نہیں قبضہ تمھارا
نکالا تم کو بیٹوں نے بھی گھر سے	کیا محروم یکسر مال و زر سے
پھر اُن کی خیریت کی فکر کیوں ہے؟	زباں پر اب بھی اُن کا ذکر کیوں ہے؟
ادب سے کی سمادھی نے یہ تقریر	حضور ایسا ہی کچھ ہے رنگِ تقدیر
یہ سچ ہے، آپ کا کہنا بجا ہے	نہیں معلوم پھر بھی وجہ کیا ہے
مجھے عبرت ذرا حاصل نہیں ہے	میرا دل آج میرا دل نہیں ہے
ستاتی ہے بہت اُن کی محبّت	رُلاتی ہے لہو ایذائے فرقت
حماقت گو ہے اِس سے آشکارا	محبّت سے نہیں ممکن کنارا
بہت دُشوار ہے ترکِ محبّت	کہ دل پر بار ہے ترکِ محبّت
نکالا گو مجھے عورت نے گھر سے	ملی ہے گرچہ رُسوائی پسر سے
عزیزوں بھائیوں نے آنکھ پھیری	پڑے پیچھے کہ لے لیں جان میری
انھیں نے مجھ پہ ڈھائی ہے یہ آفت	کیے جاتا ہوں پھر بھی میں محبّت
کوئی سمجھائے مجھ کو بندہ پرور	کہ طاری کیوں ہے اِتنا موہ مجھ پر
سمجھ میں گرچہ سب کچھ آ رہا ہے	غم ان کا پھر بھی کھائے جا رہا ہے
مسلّم مجھ سے ان کی دشمنی ہے	دِل اُن کا صورتِ شیطاں دنی ہے
کیا ہے خانماں برباد مجھ کو	یہ پھر بھی آ رہے ہیں یاد مجھ کو
جدائی سے پریشاں ہو رہا ہوں	غمِ فرقت سے بے جاں ہو رہا ہوں
پھرا کرتا ہوں پیہم سرد آہیں	ہیں ان کی دید کو مضطر نگاہیں
سکوں دم بھر نہیں مجھ کو میسّر	کروں کیا جس سے میں بن جاؤں پتّھر
محبّت اُن کی دل سے دُور ہو جائے	سوادِ ناگہی کافور ہو جائے
سُرتھ سے ویش یہ سب کہہ رہا تھا	محیطِ رنج و غم میں بہہ رہا تھا

مصیبت میں تھے وقفِ یاس دونوں — گئے میدھا رِشی کے پاس دونوں
مُنی جی کو اَدَب سے ڈنڈوت کی — بنے تصویرِ پاسِ منزلت کی
رِشی نے پریم سے ان کو بٹھایا — دعائیں دے کے دل اُن کا بڑھایا
بہت دل خستہ دونوں نیک خُو تھے — یہ اب آپس میں محوِ گفتگو تھے
کتھا کا وارتا کا مشغلہ تھا — مصیبت کا الم کا تذکرہ تھا
سُرتھ نے اب کہا میدھا رشی سے — لجاجت سے، ادب سے، عاجزی سے
طبیعت مبتلا ہے وسوسوں میں — پھنسی ہے جانِ مضطر مخمصوں میں
جو شک اُٹھا ہے دل میں دُور فرمائیں — علاجِ خاطرِ رنجور فرمائیں
رِشی جی نے کہا منظور منظور — کروں گا میں تمھارے وسوسے دور
سُرتھ نے کہہ سنایا ماجرا سب — لبِ گویا پہ آئی عرضِ مطلب
یہ پوچھا بات کیا ہے اے مہاراج! — کہ گو میں ہو چکا ہوں تاخت وتاراج
حکومت کے چلے جانے کا غم ہے — تباہی سی تباہی کا الم ہے
رہا کرتا ہے پھر بھی دھیان اُس کا — کیا کرتا ہوں غم ہر آن اُس کا
نہیں ہے گو موافق اب زمانہ — نظر میں ہے وہی مال و خزانہ
وہ گنجِ زر وہ انبوہِ عساکر[1] — وہ درباری وہ نوکر اور چاکر
نہ وہ گھوڑے نہ وہ ہاتھی کہیں ہیں — نہ وہ ہمدم نہ وہ ساتھی کہیں ہیں
مگر میں گھُل رہا ہوں اُن کے غم میں — رہا کرتا ہے دل طبل[2] وعَلم میں
انھیں کا رنج ہے دن رات بھگون! — ہے ظاہر مجھ پہ گو یہ بات بھگون!
کہ میں محروم ان سے ہو چکا ہوں — حکومت سلطنت سب کھو چکا ہوں
خیال ان کا مجھے تکلیف دے گا — کسی دن جان تک لے کر رہے گا
عجب ہے پھر بھی میرے دل کی حالت — نہیں جاتی کسی عنواں جہالت

۱ فوج ۲ ڈنکا اور جھنڈا

اِسی چکّر میں رہتا ہوں گرفتار
دوا سے بھی نہیں جاتا یہ آزار

حبیب و دوست ہے یہ ویش میرا
اِسی آزار نے اِس کو ہے گھیرا

مخالف ہو گئے ہیں اس کے بیٹے
کہیں ایسے نہیں قسمت کے ہیٹے

زنِ بیزار نے گھر سے نکالا
خود اپنے خانداں کا نام اُچھالا

مصیبت میں نہ بھائی کام آئے
جو اپنے تھے وہی اب ہیں پرائے

ملازم کر گئے ہیں سب کنارا
ہے یہ معصوم اِک آفت کا مارا

دل اِس کا بھی اسیرِ رنج و غم ہے
اسے بھی اُن کی فرقت کا اَلم ہے

جو گت اِس کی ہے میری بھی وہی ہے
مگر دل کی لگی ناگفتنی ہے

عزیزوں کی شرارت سے ہیں آگاہ
سمجھتے ہیں کہ ہے ہر شخص بدخواہ

مگر دونوں ہیں تیرِ غم کے نخچیر
پڑی ہے پاؤں میں اب تک یہ زنجیر

نہیں معلوم کیا ہونا ہے انجام
میسّر ہی نہیں دونوں کو آرام

جہالت دل میں کیوں گھر کر گئی ہے
کہاں کی اِس میں ظلمت بھر گئی ہے

بجا ہے ہوں اگر گمراہ انجان
بنے ہیں کس لیے ہم لوگ نادان

سمجھ کر بھی نہیں کچھ ہم سمجھتے
ہیں ناواقف حقیقت سے کچھ ایسے

سُرتھ کا ویش کا یہ حال سُن کر
کہا میدھا رِشی نے بندہ پرور!

یہ دنیا شے ہے کیا سب جانتے ہیں
ہے جو کچھ اس کا مطلب جانتے ہیں

ہر اک اس کی غرض سے بے خبر ہے
مگر سب کی جداگانہ نظر ہے

نظر آتے ہیں یہ جتنے بھی جاندار
ہیں سب اپنے خیالوں میں گرفتار

کوئی ہے دن میں بینائی سے معذور
کوئی ہے رات کو اِس غم سے رنجور

کسی کی ہیں قفس میں بند آنکھیں
بصارت سے نہیں خورسند آنکھیں

نہیں صرف آگہہِ اَسرار انسان
پرندوں میں چرندوں میں بھی ہے گیان

نہ ہو یہ بات سن کر کوئی حیراں
ہیں سب جاندار اِس نسبت سے یکساں

پرندے بھوک سے رہتے ہیں بے تاب
تڑپتا ہے دل اُن کا مثلِ سیماب
خود اپنا نیک و بد پہچانتے ہیں
یہ بات اچھی طرح سب جانتے ہیں
کھلاتے ہیں جو وہ بچوّں کو دانہ
فدا ہو ہو کے ان پر والہانہ
نہیں اس سے خود اُن کی بھوک مٹتی
عجب یہ ڈھنگ ہے قدرت کا پھر بھی
غذا بچوّں کے منہ میں ڈالتے ہیں
یہ بھوکے رَہ کے اُن کو پالتے ہیں
یہی انسان کی بھی کیفیت ہے
پرندوں کی سی اس میں بھی صفت ہے
فلاح و سود کی امّید رکھ کر
نجی بہبود کی امّید رکھ کر
بنائے رسمِ الفت ڈالتے ہیں
جگر بندوں کو اپنے پالتے ہیں
ہے کچھ ایشور کی مایا کا عجب ڈھنگ
تحیّر خیز ہیں قدرت کے نیرنگ
وہی زینت دہِ کون ومکاں ہے
وہی پروردگارِ دوجہاں ہے
بشر پر سحر کرتی ہے کچھ ایسا
یہ سودا سر میں بھرتی ہے کچھ ایسا
جہالت اس پہ ہو جاتی ہے طاری
مصیبت اس پہ آجاتی ہے بھاری
چہ غفلت میں گر پڑتا ہے ناچار
مقدّر اس سے ہوجاتا ہے بیزار
مہا مایا کی طاقت بیکراں ہے
طلسم ان کا طلسمِ جاوداں ہے
دِکھا کر اپنی قدرت وِشنو بھگوان
اسے دیتے ہیں طاقت وِشنو بھگوان
انھی کی یوگ نِدرا ہے یہ مایا
انھی کا اِک کرشمہ ہے یہ مایا
یہ دُنیائے مجازی ہے اسی سے
یہ ساری سحر سازی ہے اسی سے
مہامایا کی عظمت آئینہ ہے
گراں اعزاز ہے درجہ بڑا ہے
مقدّس عکس ہے یہ وِشنو جی کا
لقب حاصل ہے ان کو بھگوتی کا
انھیں کہتے ہیں دیوی کہنے والے
انوکھے روپ ہیں جلوے نرالے
کوئی کیسا ہی مردِ باخبر ہو
حقیقت آشنا صاحب نظر ہو
بڑے سے بھی بڑا ہو خواہ گیانی
مُنی ہو یا تپسوی یا ہو دھیانی

مہا مایا کے ہاتھوں سب ہیں مجبور   یہ ہو جاتے ہیں دم میں ان سے مسحور
بناتی ہیں اسیرِ دامِ تزویر   گلے میں ڈال کر غفلت کی زنجیر
کسی کا بس نہیں چلتا ذرا بھی   کشش ہے ان کے جادو میں کچھ ایسی
اُنہیں کی شان ہے سب میں ہویدا   وہی کرتی ہیں اس دنیا کو پیدا
یہ جاندار اور یہ اشیائے بے جاں   انھیں کے بطن سے ہیں جلوہ ساماں
وہی دیتی ہیں انسانوں کو بردان   انھیں کے دھیان سے ہوتا ہے کلیان
وہی بھگتی کی نعمت بخشتی ہیں   وہی مکتی کی دولت بخشتی ہیں
سناتن ہیں پَرم وِدّیا وہی ہیں   دَوام اُن کو ہے، جانِ آگہی ہیں
نجات اُن کے کرم پر منحصر ہے   ثبات اُن کے کرم پر منحصر ہے
وہی بندھن میں پہلے ڈالتی ہیں   بلائیں پھر وہی سب ٹالتی ہیں
مگر ہر قید سے وہ خود بَری ہیں   وہی سب ایشوروں کی ایشوری ہیں
سُرتھ نے سن کے یہ پوچھا رشی سے   ہوئے گویا وہ یوں میدھا رِشی سے
وہ دیوی کون ہیں اَے فیض گُستر   سروپ اُن کا ہے کیا اَے بندہ پرورا
مہا مایا جنھیں کہتے ہیں سرکار   وہ کس صورت سے ہوتی ہیں نمودار
چرتر اُن کا ہے کیا، ہے روپ کیسا   ہیں کیوں کر قدرتیں ان کی ہویدا

عیاں فرمایئے اعجاز اُن کا
بیاں فرمایئے ہر راز اُن کا

رِشی بولے کہ نِتیا[1] بھگوتی[2] ہیں   وہی سارے جگت کی مورتی ہیں
ازل سے تا اَبد ہیں جلوہ فرما   مرقّع اِک انھیں کا ہے یہ دُنیا
وہی رزّاق ہیں دونوں جہاں کی   وہی خلاّق ہیں کون و مکاں کی
یہ سب دُنیا بنائی ہے انھیں نے   یہ سب قدرت دکھائی ہے انھیں نے
ہزاروں صورتوں سے ہیں ہویدا   انھیں سے ہے یہ پنہاں اور پیدا

---

۱ نتیا یعنی ہمیشہ رہنے والی   ۲ بھگوتی یعنی ہر قسم کی طاقت، بلندی، روشنی اور شان و شوکت رکھنے والی

شمار ان کے چرتروں کا نہیں کچھ — حقیقت ہیں یہ افسانہ نہیں کچھ
بیاں کرتا ہوں پھر بھی مختصر حال — مجھے ہے اپنی لاعلمی کا اقبال
انھیں سب دیوتا کرتے ہیں جب یاد — جب ان لوگوں پہ کچھ پڑتی ہے افتاد
دِکھاتی ہیں وہ شانِ کارسازی — کہ اُن کا وصف ہے بیکس نوازی
بہم کرنے کو سب ان کے مطالب — وہ کرتی ہیں قبول اِک پاک قالب
یہ قالب گرچہ کہلاتا ہے فانی — مگر ہے ذاتِ اقدس جاودانی
زمانہ کرچکا اک دور جب ختم — ہوئے اسبابِ مرگ و زیست سب ختم
نہ جانے کیا کیا قدرت نے اعجاز — ہوئے ہنگامہ زا دو فتنہ پرداز
مدھ اُن میں ایک کیٹبھ دوسرا تھا — دل ان دونوں کا وحشت سے بھرا تھا
ہوئے بیزار برمھا جی سے مردود — یہ کرنا چاہتے تھے ان کو نابود
جفا و جور کے دونوں تھے بانی — دغا سے جان لے لینے کی ٹھانی
کنول جو وِشنو جی کی ناف میں تھا — یگانہ بے بدل اوصاف میں تھا
تھے برمھا جی اُسی میں جلوہ پرداز — شریروں کو جو دیکھا مائلِ آز
حواس و ہوش اُن کے منتشر تھے — عدوئے جاں یہ دونوں فتنہ گر تھے
نہ تھا موزوں جگانا وِشنو جی کو — نہ دیکھا اپنا حامی جب کسی کو
کیا اُس یوگ نِدرا کو معاً یاد — تھیں آنکھیں وِشنو جی کی جس سے آباد
اُسی شکتی کو گھبرا کر پکارا — جو ہے روزِ ازل سے عالم آرا
بقا کا سلسلہ جاری ہے جس سے — فنا کی شعبدہ کاری ہے جس سے
مجسّم جو رضا بھگوان کی ہے — جو دیوی اک نرالی شان کی ہے
ہوئے برمھا مخاطب بھگوتی سے — گُل افشاں تھے دہانِ ملتجی سے
مہا مایا! مہا مایا تمھیں ہو — بہر صورت گراں پایہ تمھیں ہو
دکھائے معجزے جس وقت چاہا — سدھا[1] کہتے ہیں تم کو، تم ہو سواہا[2]

[1] سدھا یعنی آبِ حیات [2] سواہا یعنی وہ آواز جو ہون میں منتروں کے آخر میں بلند کی جاتی ہے۔

ہویدا عالمِ اعجاز میں ہو نمایاں پردۂ آواز میں ہو
سُدھا کے نام سے جانی گئی ہو ہر اک صورت سے پہچانی گئی ہو
حروفِ دائمی ہیں جو مقرّر تم اُن میں ہو ازل سے جلوہ گُستر
تمھیں سے ہی نگارش کا یہ آئین تمھاری صورتیں حرفوں میں ہیں تین
تمھیں تقریر میں ندرت نما ہو تمھیں تحریر میں حیرت فزا ہو
تمھارا روپ آدھی ماترا ہے تمھاری ذاتِ اقدس لا فنا ہے
بھلا طاقت ہے یہ کس کی زباں میں کہ تم کو لاسکے قیدِ بیاں میں
نہایت دُور ہو حرف و صدا سے ہو کیا شرمندگی ساز ونوا سے
تمھیں ساوتری کہتی ہے دنیا یہ سب جلوہ ہے اے دیوی تمھارا
جہاں گستر ہو تم جاں آفریں ہو جگت ماتا پرم جننی تمھیں ہو
بقا اس کی تمھیں پر منحصر ہے فنا اس کی تمھیں پر منحصر ہے
تمھیں سے ابتدائے بحر و بر ہے تمھیں پر انتہائے خشک وتر ہے
بنائے بزمِ امکاں ڈالتی ہو تمھیں چھوٹے بڑے کو پالتی ہو
مٹاتی ہو تمھیں پھر نقشِ ہستی فنا کی جنس ہو جاتی ہے سستی
بری آغاز سے انجام سے ہو نمایاں سرشٹ[1] روپا نام سے ہو
لَقَب ہے استھتی[2] روپا تمھارا تمھیں سے ہے رچا یہ کھیل سارا
تمھیں کرتی ہو دنیا کو فنا بھی دِکھاتی ہو اَجل کار استا بھی
تمھیں کہتے ہیں سب سنگھار روپا[3] کھلا ہے در تمھیں سے نیستی کا
مہا مایا[4] مہا ودیا[5] تمھیں ہو مہا میدھا[6] مہاموہا[7] تمھیں ہو
مہا اسمرت[8] ہو تم بھگوتی ہو بڑی ہو ایشوروں کی ایشوری ہو

---

۱ سرشٹ روپا یعنی مجسمۂ تخلیق ۲ استھتی رُوپا یعنی سراپا استقامت ۳ سنگھار روپا یعنی تخریب وفنا کی قوت
۴ مہامایا یعنی طلسم اعظم ۵ مہاودیا یعنی علم برتر ۶ مہامیدھا یعنی آگہیِ افضل ۷ مہاموہا یعنی اُنسِ اعظم
۸ مہااسمرتی یعنی حافظۂ اعظم

تمھیں ہو دیویوں میں سب سے ممتاز　　تمھیں دیتی ہو سب کو فخر و اعزاز
تمھیں ہو سارے جانداروں کی خصلت　　تمھیں سے آئینہ ہوتی ہے سیرت
بنائے ہر دو عالم ہیں جو گُن تین　　بنا ہے جن سے یہ فطرت کا آئین
تمھاری ذات گو ان سے جُدا ہے　　تمھیں سے چکّر ان کا چل رہا ہے
جلالی، ہیبت آگیں خشم پیکر　　ہو اس پہلو سے بھی تم جلوہ گستر
مہا مایا تمھیں ہو کال کی رات　　سراسر ہیبت و اجلال کی رات
تمھیں سے ہیں مقرّر سب یہ اوقات　　تمھیں راتوں میں ہو سب سے بڑی رات
تمھیں وہ رات ہو جو موہ کی ہے　　علامت حسرت و اندوہ کی ہے
تمھیں ہو عظمتوں کی دینے والی　　تمھیں ہو برکتوں کی دینے والی
تمھاری ملکیت میں دو جہاں ہیں　　تمھارے حکم میں کون و مکاں ہیں
حیا اک شکلِ دلکش ہے تمھاری　　تمھیں سے ہے بنائے کامگاری
تمھیں ہو عقل، دانائی ہے تم سے　　توانوں میں توانائی ہے تم سے
تمھیں ہو لکھشنا، لجیّا تمھیں ہو　　حیا و شرم کا پردا تمھیں ہو
تمھاری شکل ہے صبر و تحمّل　　قناعت تم سے ہے تم ہو توکّل
تمھیں سے کار فرما ہے سکوں بھی　　تمھیں سے عالم آرا ہے جنوں بھی

تمھاری ہی ادا ہے شانتی[۱] بھی
تمھیں سے ہے ہویدا کھشانتی[۲] بھی

تمھیں ہو کھڑگنی آنند داتا　　تمھیں کو شولنی کہتے ہیں ماتا
تمھیں گھورا ہو گدِنی چکرنی ہو　　تمھیں تو شنکھنی ہو چاپنی ہو
پرگھ ساشستر ہے جو حشر آثار　　بھشنڈی بان یہ سب ہیں جو ہتھیار
مہا کالی کے دستِ پاک میں ہیں　　مزیّن جسم ہیبت ناک میں ہیں

۱ شانتی یعنی امن　۲ کھشانتی یعنی صبر و تحمل

تمھارا نام ہے اک سومیا بھی — تمھارے روپ کی ہے یہ ادا بھی
ہو تم کچھ سومیا سے بھی زیادہ — قیامت خیز ہے کیا حسنِ سادہ
تمھیں سب سومیوں میں سندری ہو — پرے سب سے ہو تم پرمیشوری ہو
پرم پر میشوری، پرما لقب ہو — تمھیں سب دیویوں میں منتخب ہو
تمھیں کہتے ہیں سب کی آتما ہم — تمھیں ہر ایک قدرت ہے فراہم
یہ فانی جاودانی ہستیاں سب — حق و ناحق یہ سب یہ این و آں سب
تمھاری قدرتوں کا آئینہ ہیں — تمھاری ندرتوں کا آئینہ ہیں
تمھاری منزلت کیوں کر بیاں ہو — کہاں تک حمد میں جنباں زباں ہو
مہا مایا وہ شکتی ہے تمھاری — عیاں ہے جس سے شکلِ کا مگاری
اسی مایا کے بل سے وِشنو بھگوان — دکھاتے ہیں ہمیشہ ایزدی شان
اسی شکتی سے ہے امکانِ تخلیق — کھلا ہے ہر طرف میدانِ تخلیق
اسی سے پرورش کا سلسلہ ہے — فنا بھی اک اسی کا معجزہ ہے
مگر وہ بھی ہیں محوِ خوابِ راحت — ہوا ہے بند ہم پر بابِ رحمت
تمھاری استتی پھر کر سکے کون — گُلوں سے اپنا دامن بھر سکے کون
وہ شو جو دیوتاؤں کے ہیں سوامی — وہ وشنو جن کا پایہ ہے گرامی
وہ میں جس سے بنائے بحر و بر ہے — وہ میں جس سے وجودِ خشک و تر ہے
تمھاری ہی رضا کے سب ہیں قائل — ہوئے ہیں جلوہ فرمائی پہ مائل

تمھاری استتی ہے کس کے بس کی
اُسی سے ہے یہ حالت پیش و پس کی

کشادہ ہے دل اے دیوی تمھارا — تمھاری بخششیں ہیں آشکارا
تمھیں کرتی ہو دینوں کی حفاظت — اِسی سے ہے تمھاری خاص عظمت
تمھارے دوش پر ہے دہر کا بار — تمھیں ہر استتی کی ہو سزاوار

جو مدھو کیٹبھ اُسر ہیں دشمنِ جاں　　کیے ہیں ہر دو عالم کو پریشاں
مہامایا ہو کچھ اعجاز ایسا　　عیاں ہو سحر کا انداز ایسا
حواس و ہوش ان دونوں کے کھو جائیں　　یہ ظالم محوِ خوابِ مرگ ہو جائیں
اٹھیں اب بسترِ راحت سے بھگوان　　کریں ان کو مٹا دینے کے سامان

دکھا دو شعبدے اپنے دکھا دو
جگا دو ان کو اے دیوی جگا دو

دعائے پاکِ برہما میں اثر تھا　　جگانا وِشنو کو مدِ نظر تھا
کریں وہ تاکہ مدھو کیٹبھ کو پامال　　زمیں ہو جائے اِن کے خون سے لال
مہا کالی تمو گُن کی تھیں دیوی　　انھیں کی شان میں یہ استتی تھی
دکھایا اب مہامایا نے اعجاز　　عجب تھا جلوہ فرمائی کا انداز
جلال آ گیں تھیں آنکھیں وِشنو جی کی　　نظر خیرہ تھی جس سے ہر کسی کی
حسیں عالم جمالِ پاک سے تھا　　غضب کا حسن پیدا ناک سے تھا
نمایاں تھی صباحت بازوؤں میں　　اُبھر آئی تھی طاقت بازوؤں میں
دلِ پُرنور میں تھا جوش سا جوش　　اڑے جاتے تھے جس کی دید سے ہوش
تجلّی زار اک سینہ بنا تھا　　بہر عنواں یہ آئینہ بنا تھا
انھیں اجزا سے ہو کر آشکارا　　دکھانے کے لیے اپنا نظارا
مہامایا وہاں اب جلوہ گر تھیں　　نئے انداز سے پیشِ نظر تھیں
ہوئی تھیں اس لیے اعجاز گستر　　ہوں درشن ان کے برہما کو میسّر
تھی اک اعجازِ قدرت یوگ کی نیند　　ہوئی اس طرح رخصت یوگ کی نیند
مہامایا ہوئیں یوں جلوہ آثار　　ہوئے بھگوان شکلِ بخت بیدار
جگت پت بسترِ راحت سے اُٹھے　　رضائے مادرِ قدرت سے اُٹھے
اُٹھا کر آنکھ بدکاروں کو دیکھا　　جہالت کے گرفتاروں کو دیکھا

انھوں نے بھی نظر اُن پر اٹھائی تھا دل میں شوقِ طاقت آزمائی
توانا تھے، بہادر تھے، جری تھے اُسر دونوں مجسّم صفدری تھے
سمایا تھا جنونِ جنگ سر میں نہ برہما جی کو بھی لائے نظر میں
بپھر کر کر ہی بیٹھے وار اُن پر چلائے خوں فشاں ہتھیار اُن پر
جو دیکھا وِشنو جی نے یہ نظارا کیا اعجازِ قدرت آشکارا
ہوئے دونوں سے فوراً مائلِ جنگ مہیّا ہوگئے پیکار کے ڈھنگ
لڑائی تھی یہ کُشتی کی لڑائی برابر سے ہوئی زور آزمائی
رہی جاری یہ کُشتی تابہ مدّت یہاں تک آگئی آخر کو نوبت
ہوئی ممکن نہ ان دونوں کی پستی نہ تھا وِشنو کا حصّہ زیر دستی
اسُراب صلح کرنے پر تھے مائل ہوئے بھگوان کی شکتی کے قائل
یہ بولے کردیا تم نے ہمیں شاد تمھارا حوصلہ ہے قابلِ داد
بہادر ہو نہ چھوڑا تم نے میدان بڑے جرّار ہو تم وِشنو بھگوان
بتاؤ کیا تمھیں وردان دیں اب زباں پر لاؤ اپنے دل کا مطلب
برابر اپنے تم کو مانتے ہیں تمھارا مرتبہ پہچانتے ہیں
جو مانگو ہم وہی کردیں مہیّا کہو کچھ تو، تمھیں درکار ہے کیا
جواباً اُن سے بولے وِشنو بھگوان جو دینا چاہتے ہو مجھ کو بَردان
اگر غیرت کا ہے احساس تم کو کچھ اپنی بات کا ہے پاس تم کو
نہ آئے سر پہ بدعہدی کا الزام بنادوں میں تمھاری شکلِ انجام
کروں دنیا سے تم دونوں کو رخصت مری مرضی ہو یزداں کی مشیّت
پیو جامِ فنا ہاتھوں سے میرے مِلے نقدِ بقا ہاتھوں سے میرے
اُسر تصویرِ حیرت بن گئے تھے خود اپنے جال میں دونوں پھنسے تھے
سخن کا پاس تھا منظور ان کو نہ تھا انکار کا مقدور اُن کو

معاً گھبرا کے چاروں سمت دیکھا نظر دوڑا کے چاروں سمت دیکھا
بھرا تھا ہر طرف پانی ہی پانی کچھ اس سے کم تھی ان کی سرگرانی
یہ بولے وِشنو سے دونوں کہ منظور سخن کا پاس ہے مردوں کا دستور
کرو بے شک تمھاری جو خوشی ہے اسی کے ساتھ ہی اک شرط بھی ہے
وہاں پورا ہو شوقِ جاں ستانی جہاں پیدا نہ ہو یک بوند پانی
اسُر تھے مکر میں فن میں یگانہ نکالا جان بچنے کا بہانہ
مگر بھگوان تھے اُن سے بھی چالاک کہاں اسُروں میں تھی یہ عقل وادراک
دکھا یا بحرِ ہستی کا کنارا لِٹا کر ران پر دونوں کو مارا
سُدرشن چکر سے گردن اُڑا دی ہوئے نذرِ اجل دونوں فسادی
عجب ہے وِشنو جی کا جسمِ پُر نور عناصر کی ہوا ہے اس میں کافور
نہ اس میں پانچ تتوں کا گزر ہے نہ خشکی سے ہے شرمندہ نہ تر ہے
کثافت سے نہیں یہ آشنا ہے سراپا شُدّھ مایا سے بنا ہے

ہوا تھا یوں مہاکالی کا اوتار
یہ تھا بھگوان کی قدرت کا اظہار

دوسرا ادھیائے

سُرتھ سے اب کہا میدھا رشی نے — خبردارِ رموزِ آگہی نے
سنو اک اور رودادِ یگانہ — حقیقت ہے بعنوانِ فسانہ
بہت پہلے زمانے کا ہے یہ ذکر — بیاں کرتے ہیں اس کو صاحبِ فکر
اسُر طبقے کا مہشاسُر تھا سردار — حکومت تھی اُسی کی برسرِ کار
اُدھر تھے دیوتاؤں کی سپر اِندر — سریرِ اوج پر تھے جلوہ گر اِندر
یہ ان سے تنگ تھے وہ اِن سے تھے تنگ — یونہی باہم رہی سو سال تک جنگ
نہ لیکن دیوتاؤں کی گلی دال — کیا دشمن نے ہر صورت سے پامال
ستارہ راکھشسوں کا اَوج پر تھا — انھیں کا جنگ میں پایہ زبر تھا
تھے جتنے دیوتا اُن کی ہوئی ہار — تھا مہشاسُر اب اُن سب کا بھی سردار
لڑائی میں جو یوں اسُروں سے ہارے — تھے سارے دیوتا آفت کے مارے
ہوئے برہما کے آگے محوِ فریاد — سُنائی جا کے اُن کو اپنی روداد
پھر اپنا پیشوا اُن کو بنا کر — ادب سے رہنما اُن کو بنا کر
وہاں پہنچے جہاں تھے وِشنو بھگوان — دو عالم سے نہاں تھے وِشنو بھگوان
وہیں بھگوان شِو بھی جلوہ گر تھے — نرالی شان سے پیشِ نظر تھے
کیا دونوں کو دردِ دل سے آگاہ — مصیبت میں تھے اُن سے عافیت خواہ
کہا ڈھائی ہے مہشاسُر نے آفت — مصیبت سی مصیبت ہے مصیبت

بلا بن کر چڑھا آتا ہے سر پر حکومت اس کی ہے مہر و قمر پر
وہی قادر ہے اب آب و ہوا پر اُسی کا زور چلتا ہے فضا پر
وہی اب آگ کو رکھتا ہے بس میں یہ سب چیزیں ہیں اُس کی دسترس میں
پریشاں ہیں، حزیں ہیں، سرگراں ہیں ہیں جتنے دیوتا بے خانماں ہیں
اب انساں کی طرح قسمت سے ہارے زمیں پر پھر رہے ہیں مارے مارے
شریکِ بخت ہے اب نارسائی دُہائی ہے دُہائی ہے دُہائی
ہمیں اپنی شرن میں لیجیے آپ مدد دُکھ میں ہماری کیجیے آپ
فنا کر دیجیے مردِ لعیں کو سکوں ہو خاطرِ اندوہ گیں کو
سُنا جب وِشنو شِو نے حال اُن کا گھٹا دیکھا جو یوں اِقبال اُن کا
ہوا دونوں پہ فوراً غیظ طاری جبیں سے آگ کا دریا تھا جاری
بھووں میں رنگِ ابروئے قضا تھا نہ تھا غصّہ قیامت تھا بلا تھا
غضب سے تمتما اٹھا تھا چہرہ فنا کی آگ کا شعلہ تھا چہرہ
جلال اس وقت اُن کا دیدنی تھا جو عالم تھا سرا پا روشنی تھا
دہن سے تھا ظہورِ نور بے حد ہوا اک آگ کا شعلہ برآمد
دکھایا شِو نے بھی اعجازِ قدرت اسی عنواں سے تھا پردازِ قدرت
وہاں تھے دیوتا جتنے بھی حاضر ہوا ان سے بھی یونہی نور صادر
ہزاروں دیوتاؤں کا تھا انبوہ جلال ان سب کا مل کر بن گیا کوہ
پہاڑ اک آگ کا پیشِ نظر تھا تجلّی ہی تجلّی سربسر تھا
لپٹ اس کی زمانے بھر میں پھیلی خبر اس بات کی ہر گھر میں پھیلی
تعجب خیز تھا یہ کارنامہ تجلّی بن گئی عورت کا جامہ
لیا اس نور میں شکتی نے اوتار ہوئیں اس آگ سے دیوی نمودار
یہ مجموعہ تھیں ست، رج اور تَم کا بہ رنگِ مہر اِن کا نور چمکا

جلال ان کا تھا اب گسترده ہر سُو — محافظ دہر کے تھے آٹھ بازو
نہایت پاک سانچے میں ڈھلی تھیں — بڑے پائے کی دیوی لکشمی تھیں
رُخِ پُر نور میں تھا تیج شِوؔ کا — سحر کا اس سے ظاہر تھا سپیدہ
اثر جمراؔج کا تھا موئے سر میں — سیاہی سی سیاہی تھی نظر میں
جمال ان میں نمایاں وِشنوؔ کا تھا — بدن کا رنگ جس سے سانولا تھا
اسی سے آٹھ بازو تھے ہویدا — اسی سے طاقتِ بے حد تھی پیدا
اثر تھا کارفرما چندرماں کا — تھا جس سے چھاتیوں کا رنگ گورا
عیاں تھا اِندؔر کی قدرت کا نیرنگ — عجب تھا درمیانی جسم کا ڈھنگ
ہوا صدر و کمر سے آئینہ یہ — لہو کی طرح سُرخا سُرخ تھا یہ
بُرنؔ کے تیج سے رانیں بنی تھیں — ضیا بخشِ نظر تھیں دیدنی تھیں
انوکھی پائے اقدس کی پھبن تھی — جو انگلی تھی وہ سورج کی کرن تھی
تھے حیرت خیز ''وسوؤں'' کے کرشمے — بنی تھیں انگلیاں ہاتھوں کی اُن سے
عیاں قدرت کُبیؔر پاک کی تھی — بلندی اس سے ظاہر ناک کی تھی
دہن کے دانت تھے سرمایۂ دکھشؔ — حفاظت کررہا تھا سایۂ دکھشؔ
تھیں اگنی سے تجلّی بار آنکھیں — بنی تھیں مصدرِ انوار آنکھیں
بھوؤں میں جلوۂ شام و سحر تھا — کہ ان پر سندھیاؤں کا اثر تھا
کیے وآیوؔ نے پیدا کان دونوں — بنے حسنِ ازل کی جان دونوں
غرض ہر دیوتا شامل تھا اُن میں — ظہورِ جلوۂ کامل تھا ان میں
مہادیوی سراپا نُور ہیں یہ — شِواؔ کے نام سے مشہور ہیں یہ
گرفتارِ بلا جو دیوتا تھے — مہشؔ کے کشتۂ جور و جفا تھے
ہوئے دیوی کے نظّارے سے شاداں — بنا جاندار گویا جسمِ بے جاں
تھا ایسا حسن دیوی جی کا مقبول — دیا شِوؔ جی نے ان کو ایک ترشول

کیا اِک چکر پیدا کرشن جی نے — نہ دیکھا سحرِ پنہاں یہ کسی نے
خود اُن کے چکر سے تھا اس کا اظہار — تھیں ان کی قدرتیں اس سے نمودار
دیا بھگوان نے دیوی کو یہ چکر — اجل تھا ظلم کی ہستی کو یہ چکر
برن نے سنکھ تحفے میں کیا پیش — تھی اس کی قدر و قیمت بیش از بیش
سبک گامی سے اپنی تھے صفا کیش — پون نے ان کو دو ترکش کیے پیش
دیا بجر اِندر نے اِک عاجزی سے — مہا مایا کی پوجا کی خوشی سے
جو ایراوت کی گردن میں پڑا تھا — جو وزن و قدر دونوں میں بڑا تھا
وہ گھنٹہ بھی دیا جگ دیشوری کو — سر آنکھوں پر لیا جگ دیشوری کو
برن نے پھانس کا تحفہ کیا پیش — کیا یم راج نے اپنا عصا پیش
شرف ہے دکھش پرجاپت کا اعلیٰ — وہ لائے پیش کش کو اکھش مالا
یہ تحفہ ہاتھ برمھا جی سے آیا — کمنڈل پا کے تھیں خوش یوگ مایا
بہم سورج نے کر دیں اپنی کرنیں — اِک اِک روئیں میں بھر دیں اپنی کرنیں
حوالے کال نے کی ڈھال تلوار — پھر آ کر چھیر ساگر نے دیا ہار
اسی کے ساتھ تھا ملبوسِ تاباں — بہت کچھ اور بھی تھا ساز و ساماں
جو اہر بے بہا تھے جس میں شامل — یہ سب اک خاص تابش کے تھے حامل
سراپا نور تھے کانوں کے کنڈل — تھی پہنچی بے بہا، نایاب چھاگل
تھا آدھا چاند یا زیور جبیں کا — تجلّی بیز تھا منظر جبیں کا
تھے ہر بازو میں جوشن حسن کی شان — مہامایا کی ان سے بڑھ گئی شان
فزوں تھی زینتِ پا گھنگروؤں سے — صدا دلکش تھی پیدا گھنگروؤں سے
ہر اک انگلی میں اک انگشتری تھی — جو اُن کو وِشو کرما سے ملی تھی
انھیں سے اک تبر حاصل ہوا تھا — جو فتنہ تھا قیامت تھا بلا تھا
فراہم اور تھے ہتھیار لاکھوں — ہزاروں تیر تھے تلوار لاکھوں

زرہ بکتر سے تھی آرائشِ جسم
کنول مالا سے تھی زیبائشِ جسم

سمندر سے کنول کا پھول پایا
یہ کیسا تحفۂ مقبول پایا

ہمالا نے جو ہے اک پاک کہسار
لگایا سامنے رتنوں کا انبار

غضب کا رعب چہرے سے عیاں تھا
سواری کے لیے شیرِ ژیاں تھا

کُبیرؔ آئے سُرا کا جام لے کر
نشاط و عیش کا پیغام لے کر

دیا ناگوں کا ہار اِک شیشؔ جی نے
نہ فخر اب تک یہ پایا تھا کسی نے

ہے اٹھارہ بھجاؤں کا یہاں ذِکر
ہے اتنی ہی کلاؤں کا یہاں ذِکر

مگر ہیں بے شمار ان کی بھجائیں
محافظ ہیں یہ سب کی دائیں بائیں

بڑھا کر زیوروں سے شان اپنی
سمجھ کر حوصلوں کو جان اپنی

لگایا قہقہہ جگ دیشوری نے
دکھایا طنطنہ پر میشوری نے

گرج کر دل ہلایا دو جہاں کا
عجب نقشہ تھا اب کون ومکاں کا

کڑک ان کی فضامیں گونجتی تھی
بپا تھا حشر ہلچل سی مچی تھی

ہوئے گُم ہوش دریا کانپ اٹھےؔ
سمندر موج آسا کانپ اٹھےؔ

زمیں تھرّا رہی تھی ڈر کے مارے
قیامت چھا رہی تھی ڈر کے مارے

شجر تھا یا حجر، تھا ٹکڑے ٹکڑے
پہاڑوں کا جگر تھا ٹکڑے ٹکڑے

لبِ خنداں سے تھی بارانِ رحمت
نمایاں ہر طرف تھی شانِ رحمت

حسیں تھا روئے روشن لکشمی کا
تھا شیرِ ببر باہن لکشمی کا

کیا جب دیوتاؤں نے نظارا
ہوا مشکل سے گویائی کا یارا

خوشی کی حد نہ تھی پھولے ہوئے تھے
سکوں تھا دل میں غم بھولے ہوئے تھے

لب اُن کے پھر بھی دِل کے ترجماں تھے
تھے شکوے جس قدر نوکِ زباں تھے

سخن کی راہ یوں کھولی انھوں نے
مہامایا کی جےَ، بولی انھوں نے

کیا پھر عرض دشمن سے اماں دیں
مٹے کلفت سکونِ جاوداں دیں

جو دشمن ہیں اُنھیں پامال کردیں — زمیں اُن کے لہو سے لال کردیں
مُنی بھی وقفِ عرضِ مدّعا تھے — خشوعِ قلب سے محوِ ثنا تھے
جو دیکھا راکھشسوں نے یہ نظارا — ہوئی ہیبت سی ہیبت آشکارا
پریشاں حال تھے گھبرا رہے تھے — بڑی دہشت تھی دہلے جا رہے تھے
مچی ہلچل زمین و آسماں میں — تھا برپا زلزلہ کون و مکاں میں
عیاں تھے گرچہ بے چینی کے آثار — مگر تھے راکھشس لڑنے کو تیّار
سنبھالے تیر، خنجر، توپ، تلوار — بچا باقی نہ ان سے کوئی ہتھیار
مہشؔ تھا بیم و حیرت میں گرفتار — ہوا لڑنے کو لیکن پھر بھی تیّار
بنا دیوی کا دشمن فتنہ پرداز — جدھر سے آ رہی تھی اُن کی آواز
قدم اپنا اُسی جانب بڑھایا — مہامایا کی دیکھی اُس نے مایا
انھیں کا جلوۂ روشن تھا ہر سمت — انھیں کا سایۂ دامن تھا ہر سمت
زمیں چلنے سے اُن کے جُھک گئی تھی — ہوا تک ڈر کے مارے رُک گئی تھی
مُکٹ کا نور پھیلا تھا فلک پر — مہامایا کا جلوہ تھا فلک پر
مہا مایا نے جب چِلّا چڑھایا — قدمِ بہرِ وِغا اپنا بڑھایا
ہوئی پیدا قیامت خیز آواز — زمیں کے ولولے تھے عرش پر داز
نہ تھی حد اَب فنا کے حوصلے کی — نمایاں کیفیت تھی زلزلے کی
نرالا روپ تھا کچھ بھگوتی کا — عجب انداز تھا جلوہ گری کا
ہزاروں بازوؤں سے عالم آرا — چہار اطراف میں تھیں آشکارا
ہوا جب راکھشسوں کو اُن کا دیدار — ہوئے جوشِ جنوں میں صرفِ پیکار
نہایت زور سے چھیڑی لڑائی — قیامت خیز تھی جنگ آزمائی
چمکتے تھے جو وقتِ رزم ہتھیار — تجلّی خیز تھے ہر سمت آثار
مقابل اُن کے چکھشُر سا جری تھا — مہشؔ کی فوج کا سیناپتی تھا

مہاماؔیا سے اُس نے ہاتھ بدلے　　بڑی چابکتری کے ساتھ بدلے
بہادر اور اک چاؔمر اسُر تھا　　نہایت حوصلہ پرور اسُر تھا
تھا وہ چترانگنی سینا کا سردار　　دلیری سے ہوا مصروفِ پیکار
اُوگرؔ اپنی طرف خنجر بکف تھا　　کفن بردوش صفدر سر بکف تھا
نمایاں جنگ میں تھے ہاتھ اس کے　　چلے تھے رتھ ہزاروں ساتھ اس کے
ہمنوؔنام اک اسُر روئیں بدن تھا　　گرانی کوہ کی تھی پیل تن تھا
کروڑوں فوج اپنے ساتھ لایا　　مہامایا سے خود لڑنے کو آیا
بڑا لشکر تھا اسلوؔما اسُر کا　　رواں خنجر تھا اسلوؔما اسُر کا
غضب ڈھاتی تھیں فوجیں باشکلؔ کی　　وہ ہیبت ناک شکلیں تھیں اجل کی
نہایت کرّو فر سے فوج سج کر　　بڈاؔل اک سمت سے اُمڈا گرج کر
جگر والے تھے بے حد اُس کے ساتھی　　تھے رشکِ برق گھوڑے اور ہاتھی
کروڑوں رتھ لیے میداں میں آیا　　یہ فتنہ عالمِ امکاں میں آیا
مگر کام آ گئیں سب اُس کی افواج　　ہوا میداں میں ایسا تاخت و تاراج
ہوا پسپا پر اُس نے جی نہ چھوڑا　　لڑائی سے ذرا بھی منہ نہ موڑا
پلٹ کر رتھ ہزاروں ساتھ لایا　　لڑائی کے لیے میداں میں آیا
مگر دیوی نے کی سب کی صفائی　　اسُر نے پھر بھی جرأت آزمائی
تھیں رَن میں پانچ لاکھ اب اُس کی فوجیں　　یہ فوجیں تھیں یمِ خونیں کی موجیں
بڑھیں میدان میں غارت گری کو　　یہ دعوت دے رہی تھیں خودسری کو
تھے ہاتھی دس ہزار اس معرکے میں　　تھے گھوڑے بیشمار اس معرکے میں
اسُر جتنے تھے سب تھے شاملِ جنگ　　جما لیکن نہ ان کا جنگ میں رنگ
رہا کوئی نہ جب لڑنے کے قابل　　مہشؔ اب خود تھا دیوی کے مقابل
تھے لا تعداد گھوڑے اور ہاتھی　　مہشؔ کی فوج کیا تھی اک بلا تھی

رتھوں کا آرہا تھا ایک سیلاب
لڑائی کے لیے صفدر تھے بیتاب

مُسل، شکست اور تومر چل رہے تھے
نہ رُکتے تھے برابر چل رہے تھے

تبر سے تیر سے حملہ تھا جاری
کبھی تلوار کا تھا وار کاری

اسُر جودھا تھے جتنے سربکف تھے
پئے جنگ و جدل خنجر بکف تھے

مگر دیوی نے سب کو کاٹ ڈالا
اسُر لیتے تو کیا لیتے سنبھالا

رِشی گانے لگے گُن بھگوتی کے
نظر آتے تھے اب ساماں خوشی کے

زبانیں دیوتاؤں کی ہوئیں تر
ہوئی پھولوں کی بارش بھگوتی پر

بڑھا جوش اور اس سے بھگوتی کا
سراپا آگ تھا غصّہ رِشی کا

بتر تھی اس سے حالت دشمنوں کی
نہ کام آئی بَسالت دشمنوں کی

چلے اس طرح کچھ دیوی کے ہتھیار
تھی ہر تدبیر بدکاروں کی بیکار

سواری میں تھا اُن کی شیرِ غرّاں
حواس وہوش تھے ان سب کے پرّاں

چلا جب ضیغمِ بے باک تن پر
صفِ دشمن میں پھیلا آگ بن کر

گرایا مار کر بدطینتوں کو
کیا نابود اُن کی وحشتوں کو

کھٹکتی تھی جگر میں پھانس سی پھانس
اُسی وقت امبکا دیوی نے لی سانس

ہزاروں گن ہوئے اُس سے نمودار
بلائے بے اماں تھے اُن کے ہتھیار

مہِش کی فوج سے کرنے لگے جنگ
مہِش اس معجزے سے ہوگیا دنگ

اسُر جتنے تھے اُترے موت کے گھاٹ
کلیجا کاٹ تھی تلوار کی کاٹ

کوئی ہتھیار چلنے سے نہ چھوٹا
جو ٹوٹا تو قیامت بن کے ٹوٹا

بنایا سب نے قیمہ دشمنوں کا
تکبّر مٹ رہا تھا بدظنوں کا

جو دیکھی امبکا دیوی کی یہ شان
ہوئے یوں فتح کے ظاہر جو سامان

تھے جتنے دیوتا مسرور تھے وہ
شرابِ عیش سے مخمور تھے وہ

کئے تھے فتح کے نظّارے سب نے
بجائے شوق سے نقّارے سب نے

کسی کا سنکھ رَن میں نعرہ زن تھا
کوئی ڈنکا بجانے میں مگن تھا

صدائے چنگ و دَف راحت فزا تھی
مگر دشمن کے حق میں اک بلا تھی

بڑھا کچھ اور بھی دیوی کا اب جوش
سزا دیتی تھیں پھر بھی تھیں عطا کوش

گدا ترشول لائیں کام میں سب
تھے حامی خوبیٔ انجام میں سب

ہوا زیر و زبر لشکر عدو کا
پڑی وہ مار مُنہ سے خون تھوکا

حواس وہوش لاکھوں کھو چکے تھے
زمیں پر گر کے مردہ ہو چکے تھے

ہوئے ترشول سے نخچیر ایسے
کلیجوں میں چھدے تھے تیر ایسے

کہ اب لڑنے کا یارا ہی نہیں تھا
کوئی بچنے کا چارا ہی نہیں تھا

بہادر جتنے تھے لشکر کے آگے
وہ رَن سے پاؤں سر پر رکھ کے بھاگے

بہت ان میں سے مردہ بھی پڑے تھے
ہزاروں دور کوسوں جا پڑے تھے

کوئی بازو سے عاری ہو چکا تھا
وِغا کرنے کی طاقت کھو چکا تھا

نہ جانے گردنیں کتنی تھیں چھلنی
بہت مشکل تھی ان کی دال گلنی

ہزاروں سر، سرِ میداں پڑے تھے
روانہ روح تھی، بے جاں پڑے تھے

کسی کا نصف قالب تھا بُریدہ
کوئی تھا آتشِ غم سے تپیدہ

کسی کا دِل کسی کا سر پھٹا تھا
کسی کا ایک ہی بازو کٹا تھا

کسی کی ران رخصت ہو چکی تھی
کسی کی جان رخصت ہو چکی تھی

کسی کی آنکھ سے جاتا رہا نور
کوئی تھا پاؤں کے کٹنے سے معذور

کئے دیوی نے ٹکڑے ٹکڑے لاکھوں
مگر گر پڑ کے پھر جی اُٹھے لاکھوں

کبندھ اپنا لیے کرنے لگے وار
دوبارہ جنگ کرنے کو تھے تیار

ترانہ ریز جنگی ساز بھی تھے
یہ ہیبت زا بھی خوش آواز بھی تھے

انھیں کی لَے انھیں کی دُھن سے شاداں
سرِ میداں تھے لاکھوں وِیر رقصاں

ہزاروں راکھشسوں کے سر کٹے تھے
وہ دیوی جی سے پھر بھی لڑ رہے تھے

لیے ہاتھوں میں تلواریں دو دھاری　　لگاتے تھے وہ ان پر ضربِ کاری
نہ آئی آنچ دیوی جی پہ کچھ بھی　　انھیں رَن میں نہ الجھن نام کو تھی
جہاں بھی یہ لڑائی ہو رہی تھی　　مخالف کی صفائی ہو رہی تھی
وہاں کی کچھ نرالی ہی فضا تھی　　قضا کی روح بھی جس سے قضا تھی
کہیں ہاتھی پڑے تھے سر بُریدہ　　کہیں تھی رُوح گھوڑوں کی رمیدہ
ہزاروں سر اسُر دَل کے کٹے تھے　　انھیں کے ڈھیر سے میداں پٹے تھے
رواں تھا ایک دریا سا لہو کا　　رہا تھا کھیت ہر لشکر عدو کا
خس وخاشاک کے جس طرح انبار　　جلا کر آگ کر دیتی ہے فی النار
کیا دیوی نے ایسا سحر رَن میں　　ہوا برباد دشمن دم زَدن میں
جگر اِس غل سے تھا اس درجہ لرزاں　　قیامت ہوگئی تھی اُن پہ ارزاں
جوگن دیوی کے تھے مصروفِ پیکار　　عدو پر کر رہے تھے وار پر وار
نہ چڑھتی تھی فضا کی دُھول ان پر　　برستے تھے فلک سے پھول ان پر
لڑے تھے دیو تاؤں کی طرف سے　　مشرف ہورہے تھے اِس شرَف سے
مہش کی فوج پر میدان تھا تنگ　　شکست انجام تھی اس کے لیے جنگ
ہزیمت جان لیوا ہو رہی تھی　　طبیعت اُس کی پسپا ہو رہی تھی

چلا کچھ بھی نہ بس دیوی کے آگے
تھے صفدر جس قدر میداں سے بھاگے

تیسرا ادھیائے

مہش کی فوج میں تھا ایک سردار — سمجھتے تھے اُسے جودھا بھی جرّار
تھا اس کا نام چِکھ شر، بے جگر تھا — وِغا کے مکر و فن سے باخبر تھا
جو دیکھی اُس نے اپنی فوج خستہ — پریشاں ، زار ، نالاں ، دل شکستہ
لیا ہمّت سے فوراً کام اس نے — بچھایا مکر و فن کا دام اُس نے
بڑھا میداں کی جانب طیش کھا کر — لگا دی آگ سی غصّے میں آ کر
کیا دیوی پہ حملہ ہر طرف سے — کیا ناوک کو وابستہ ہدف سے
ہوئی تیروں سے وہ آتش فشانی — برستا ہو کہیں جس طرح پانی
تھی انگاروں کی بارش یا قیامت — سحر بھی بن گئی تھی شامِ شامت
مگر دیوی کے بانوں سے تھا مجبور — ہوا اس طرح کچھ وہ ان سے محصور
نہ باقی تھی کوئی صورت مفر کی — مہارت ختم تھی تیر و تبر کی
جو گھوڑے رتھ میں تھے دم توڑتے تھے — بہادر جنگ سے منہ موڑتے تھے
عدم کی سمت تھے رتھ بان راہی — ہوئی برپا تباہی سی تباہی
عَلم رتھ پر جو لہراتا تھا خم تھا — جو سر کا تاج تھا ، فرشِ قدم تھا
بدن تیروں سے اُس کا چِھد گیا تھا — جگر چھلنی تھا سینہ چِھد گیا تھا
مگر ہمّت تھی اس کی قابلِ داد — کسی افتاد کو سمجھا نہ افتاد
پڑا تھا ساز و ساماں اس کا بیکار — مگر تلوار سے پھر بھی کیا وار
پڑا ہتھیار باہن پر یہ پہلے — ہوا اس پر نشانہ سر یہ پہلے

جگت جننی پہ اس کا پھر ہوا وار ۔۔۔ مگر پہنچا نہ اُن کو کوئی آزار
زمیں پر ہو کے دو ٹکڑے گری تیغ ۔۔۔ بھجاؤں کے مقابل خود گری تیغ
مگر چکھشر نے اُس کو پھر اُٹھا کر ۔۔۔ نہایت ہوشیاری سے گھما کر
بسوئے آسماں جھنجلا کے پھینکا ۔۔۔ کلیجا آگ سے خود اپنا سینکا
ہوئی تلوار سے حیرت ہویدا ۔۔۔ ہوا اِک نور کا شعلہ سا پیدا
ٹِکا دم بھر کو یہ عرشِ بریں پر ۔۔۔ وہاں سے گر کے پھر پہنچا زمیں پر
جگت جننی سے ٹکر اُس نے کھائی ۔۔۔ تھی حیرت خیز یہ تیغِ ہوائی
مگر دیوی نے وار اس کا کیا ردّ ۔۔۔ ہویدا کردیا اعجاز بے حد
ہوئے اس تیغ کے اب ٹکڑے ٹکڑے ۔۔۔ ہوا دامن قضا کا پرزے پرزے
چلایا آپ نے ہتھیار ایسا ۔۔۔ کیا فرطِ غضب سے وار ایسا
کہ چکھشر بھی نہ اس کی تاب لایا ۔۔۔ ہوا اک آن میں اُس کا صفایا
وجود اُس کا ہوا کافور فوراً ۔۔۔ ہوا آنکھوں سے ظالم دور فوراً
غرور اُس کی شجاعت کا ہوا تھا ۔۔۔ قضا کی گود میں اب سو رہا تھا
سپردِ خاک چکھشر ہو گیا جب ۔۔۔ کنارِ نیستی میں سو گیا جب
کیا چامر نے اُن پر وار بڑھ کر ۔۔۔ ہوا جنگ آزما ہاتھی پہ چڑھ کر
غضب کی اُس نے بے باکی دِکھائی ۔۔۔ لپک کر شکت دیوی پر چلائی
قیامت خیز تھا شکتی کا یہ وار ۔۔۔ کیا دیوی نے لیکن اس کو بیکار
بہت چامر کو غصہ اس پہ آیا ۔۔۔ اب اک ترشول قاتل لے کے آیا
چلایا تین نوکوں کا یہ بھالا ۔۔۔ مگر دیوی نے اس کو کاٹ ڈالا
غضب طاری تھا اِتنا شیرِ نر پر ۔۔۔ جھپٹ کر چڑھ گیا ہاتھی کے سر پر
لپک کر راکھشس کو جا دبوچا ۔۔۔ گرا کر پاؤں سے پنجوں سے نوچا
بھڑا چامر بھی اس شیرِ ژیاں سے ۔۔۔ دبایا اُس کو بازوئے گراں سے
بڑی زور آزمائی ہو رہی تھی ۔۔۔ برابر کی لڑائی ہو رہی تھی

قیامت زا تھے بَل میں کَس میں دونوں | جٹے تھے بے طرح آپس میں دونوں
عَرَق بہتا تھا دونوں کی جبیں پر | اُسی میں آ گرے فرشِ زمیں پر
جو یہ گرجا تو شیر اس پر دہاڑا | کبھی اِس نے کبھی اُس نے پچھاڑا
مگر پھر شیر کو غصہ جو آیا | طمانچہ رُخ پہ چامر کے لگایا
یہ تھپّڑ کھا کے تھا بے ہوش چامر | جُدا تھا جسم سے سفّاک کا سر
ملا خمیازہ آخر سرکشی کا | ہوا لبریز ساغر زندگی کا
اوگر آ کر ہوا اب محوِ پیکار | اٹھائے اُس نے بھی دیوی پہ ہتھیار
مگر دیوی نے برسائے وہ پتھر | درختوں سے وہ دی ظالم کو ٹکّر
اُسُر نے لاکھ اُس حملے کو ٹالا | مگر دیوی نے اُس کو مار ڈالا
کرال آیا جو پھر جنگ آزمانے | اُبھارا اُس کو بھی جوشِ وِغا نے
بہادر جان پر میداں میں کھیلا | مگر دیوی نے اُس کو جا دھکیلا
خبر لی لات سے گھونسوں سے ایسی | کہ ہڈّی ہڈّی چکنا چور کردی
پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے دبوچا | چبالیں بوٹیاں دانتوں سے نوچا
گدا سے کر دیا اُدیّت کو خستہ | بنا جزوِ زمیں وہ دل شکستہ
چلا پھر بھِند پال ایسا جو ہتھیار | نہ اُس کا باشکل سے رُک سکا وار
عدم کو ہوگیا وہ بھی روانہ | قضا کا بن گیا آخر نشانہ
اب آئی تامر کی اندھک کی باری | لکھی تھی اُن کی قسمت میں بھی خواری
کچھ ایسے تیر ماتا نے چلائے | یہ دونوں وار بھی کرنے نہ پائے
معاً میداں میں دم دونوں نے توڑا | عدم کی سمت رُخ حسرت سے موڑا
یہی حالت ہوئی اُگر اسیہ کو پیش | قضا کے تیر سے سینہ ہوا ریش
تباہی اُگر ویرج ایسوں پر آئی | جگت ماتا نے کر ڈالی صفائی
مہا ہنو کا بھی سرتن سے جدا تھا | یہ مرغ اب اپنے گلشن سے جُدا تھا
جو ددھکر اور درسکھ سے تھے سرکش | بڑھے آگے جو لے کر تیر ترکش

ہوئے رخصت وہ ظالم دم زدن میں — پڑی تھی لاش اب اُن کی بھی رَن میں
کیا تلوار سے وہ وار بھرپور — وڈالِ بد کا تھا سر جسم سے دُور
مہیش کی فوج سب جب کٹ گئی یوں — زمیں لاشوں سے ہر سو پٹ گئی یوں
ہوا بھینسے کی صورت میں نمودار — قیامت کا تھا یہ بدکیش خونخوار
ڈرایا خوب دیوی کے گنوں کو — کیا مرعوب دیوی کے گنوں کو
کوئی لقمہ بنا اس کے دہن کا — شکستہ سلسلہ تھا روح و تن کا
کھُروں سے جان لی اُس نے کسی کی — بنا نابود کردی زندگی کی
کسی کی جان لی دُم سے جکڑ کر — زمیں پر اُس کو دھر پٹکا پکڑ کر
کسی معصوم کو سینگوں سے مارا — نظارا تھا یہ محشر کا نظارا
رعونت سے مسل ڈالا کسی کو — دنائت سے کچُل ڈالا کسی کو
کوئی بے دم ہوا اس کی گرج سے — تھا حیراں اس کی ہیبت ناک دھج سے
جھپٹ کر دوڑ کر جس سمت آیا — زمیں پر اُس نے لاکھوں کو گرایا
ہَوا جو سانس لینے سے نکلتی — وہ لاکھوں کا رُخِ ہستی بدلتی
زمیں پر لوگ چکّر کھا کے گِرتے — نہ رہتا ہوش کچھ گھبرا کے گِرتے
گنوں کا کر دیا جب یوں صفایا — مہامایا کی جانب دوڑ آیا
لپک کر شیر پر اُس نے کیا وار — کیا دیوی نے لیکن اس کو بے کار
اب اُن کے قہر کی حد ہی نہیں تھی — جبیں کی جو ادا تھی خشمگیں تھی
مہیش کے بھی اُدھر ٹیڑھے تھے تیور — چڑھا تھا بھوُت سا ایک بھوُت سر پر
نہ سوجھا اور کچھ مردِ لعیں کو — کھُروں سے کھودتا تھا اب زمیں کو
شرارت سی شرارت کر رہا تھا — سکونِ دل کو غارت کر رہا تھا
پہاڑوں کو بھی اُس نے دھر گرایا — لپک کر اُن کو سینگوں پر اٹھایا
مخالف پر وہ پتھر اس نے برسائے — قیامت خیز پربت اُس نے لڑھکائے
یہ حالت دیکھنے والے تھے حیراں — ہوا شیرازۂ تسکیں پریشاں

گرج اس کی تھی گویا شورِ قلزم — تلاطم سا تھا موجوں میں تلاطم
وہ اس کے دوڑنے کا تھا قرینہ — ہوا گاوِ زمیں کا چاک سینہ
یہ اب مرکز سے اپنے ہٹ گئی تھی — مہش کے دوڑنے سے پھٹ گئی تھی
ذرا بھی سینگ جب اپنے ہلائے — پرخچے ابرِ باراں کے اُڑائے
تھی اِک اِک سانس اتنی گرم رفتار — پہاڑوں کا ٹھہرنا بھی تھا دُشوار
اُکھڑ کر جڑ سے اُڑتے تھے ہوا میں — غضب کا شور برپا تھا فضا میں
جب اُڑ کر آ کے پھر گرتے زمیں پر — پہنچتی تھی صدا عرشِ بریں پر
معاً دیوی نے پٹکا اُس دنی کو — کیا پست اس کے عزمِ آہنی کو
بڑے غصّے میں آئیں ، کردیا وار — ہوا پھر دام میں ظالم گرفتار
مہش کو اس سے حیرانی نہ تھی کچھ — مصیبت تھی پریشانی نہ تھی کچھ
کیا ترک اُس نے اب بھینسے کا قالب — نمایاں تھا بشکلِ شیرِ غالب
جگت ماتا یہ منظر دیکھتی تھیں — لپک کر کاٹنے کو سر جو دوڑیں
لیے دستِ قوی میں تیغِ برّاں — مہش کی شکل تھی اب شکلِ انساں
اب اس پر تیر دیوی نے چلائے — سب اعضائے بدن چھلنی بنائے
دِیے سفّاک کو چرکے پہ چرکے — کیے بے انتہا ٹکڑے سپر کے
ہوئی صد پارہ اُس ظالم کی تلوار — مگر پھر بھی تھا افسوں گر وہ مکّار
اب اُس نے شکلِ ہاتھی کی بنائی — بڑی ہیبت سے سونڈا پنی اٹھائی
اٹھا کر سونڈ لپکا جانبِ شیر — پکڑ کر زور سے کرنے لگا زیر
بہت چنگھاڑ اس کی تھی غضب ناک — بہت اس شکل میں سرکش تھا بیباک
اُدھر تلوار دیوی نے سنبھالی — لپک کر سونڈ اس کی کاٹ ڈالی
پھر اُس نے شکل بھینسے کی بنائی — قیامت بحر و بر میں آزمائی
ہر اک جاندار تھا اُس سے پریشاں — برنگِ آئینہ دُنیا تھی حیراں
جگت ماتا نے جب حالت یہ دیکھی — فضائے دہر کی صورت یہ دیکھی

نہ لائیں تاب اس شور و شغب کی ۔۔۔ رہی کچھ بھی نہ حد غیظ و غضب کی
شرابِ ناب کے ساغر چڑھا کر ۔۔۔ رُخِ انور کی تابانی بڑھا کر
جلالِ خاص کو خود میں سمویا ۔۔۔ لہو سے منہ جگت ماتا نے دھویا
شرابِ سرخ سے تھیں لال آنکھیں ۔۔۔ تھیں ماہیٔ یمِ اجلال آنکھیں
مہش بھی اس طرح تھا مست و مخمور ۔۔۔ غرور و کبر کے نشّے میں تھا چُور
گرج سے اس کی بادل پھٹ رہے تھے ۔۔۔ کلیجے بجلیوں کے کٹ رہے تھے
اٹھا کر سینگ سے پتھر لنڈھائے ۔۔۔ مگر دیوی نے بان ایسے چلائے
جو پتّھر اُڑ کے اُن کی سمت آیا ۔۔۔ اُسی کو آپ نے سُرمہ بنایا
زمیں پر گر کے چکنا چور تھا وہ ۔۔۔ نگاہِ قہر سے کافور تھا وہ
تھیں سُرخا سُرخ اب ماتا کی آنکھیں ۔۔۔ تھیں تصویرِ غضب ماتا کی آنکھیں
نگاہیں بن گئیں شعلہ بھڑک کر ۔۔۔ اب اس ملعون سے بولیں کڑک کر
نہیں تو ظلم سے کیا سیر جاہل! ۔۔۔ ٹھہر جا اور تھوڑی دیر جاہل!
میں پی لوں اور تھوڑی سی ذرا مئے ۔۔۔ قضیہ پھر تیرا ہو جائے گا طے
گرج لے اور ابھی جتنا بھی چاہے ۔۔۔ ہو محوِ خود سری جتنا بھی چاہے
دِکھالے اپنے جوہر خوب رَن میں ۔۔۔ فنا کر دوں گی تجھ کو دم زدن میں
معطّل ہوگا تو ماؤف ہوگا ۔۔۔ گرجنا جب تیرا موقوف ہوگا
ملے گا خاک میں جب جسم تیرا ۔۔۔ عدم میں جب ترا ہوگا بسیرا
کریں گے دیوتا بھی پھر بپا شور ۔۔۔ گھٹا بن جائیں گے پھر وہ بھی گھنگھور
مہا مایا یہ کہہ کر پھر جو اُٹھیں ۔۔۔ برنگِ شورِ محشر پھر جو اٹھیں
مہش کا دل تھا اُن کو دیکھ کر پست ۔۔۔ لگائی یک بیک کچھ اس طرح جست
گرا کر اُس کو چڑھ بیٹھیں وہ اس پر ۔۔۔ پڑا تھا اب بحالِ زار خودسر
دبایا پاؤں سے اُس کے گلے کو ۔۔۔ تھی برچھی پاس سینہ چھیدنے کو
گراں قامت مہش کچھ اس قدر تھا ۔۔۔ کہ ظالم زیر ہو کر بھی زبر تھا

مہا مایا کے قبضے سے نکل کر
وہاں سے بھاگنا چاہا لعیں نے
مہامایا نے پھر اُس کو دبایا
علاقہ تھا نہ کچھ دھڑ اور سر سے
مہش کا خاتمہ جب ہوگیا یوں
بڑی بھگدڑ پڑی لشکر میں اس کے
دُہائی خالقِ بر حق کو دے کر
ہوئی اب دیوتاؤں کو مسرت
رِشی محوِ طرب تھے شادماں تھے
کلی اُن کے دِلوں کی کِھل رہی تھی
تھا گندھربوں میں شغلِ خوشنوائی
حلاوت منہ کو اُن کے چومتی تھی
زبانوں پر دعائیں ناچتی تھیں
نہایت دِلرُبا تھا دلِ نشیں تھا
تھا وہ نغموں میں زیر و بم دل آویز

عجب انداز سے پہلو بدل کر
کیا یہ قصد جب تیرہ جبیں نے
کیا تلوار سے اُس کا صفا یا
ہوا اوجھل وجود اس کا نظر سے
کنارِ مرگ میں وہ سو گیا یوں
ہوا کُہرام برپا گھر میں اُس کے
جو تھا بھا گا وہ اپنی جان لے کر
ہوئی تھی کالعدم ان کی مصیبت
جگت ماتا کے آگے ترزباں تھے
زباں پر بندنا تھی استتی تھی
بڑی پُر کیف تھی نغمہ سرائی
ترانے سن کے دُنیا جھومتی تھی
خوشی سے اپسرائیں ناچتی تھیں
نِرت کا بھاؤ جو بھی تھا، حسیں تھا
فضائے ہر دوعالم تھی جنوں خیز

زمیں مسرور تھی خوش آسماں تھا
غرض ہر سمت مستی کا سماں تھا

چوتھا ادھیائے

ہوا جب خاتمہ ظالم مہشؔ کا — نشاں جب مٹ گیا ظالم مہشؔ کا
ہوئی جب فوج اس کی نیست و نابود — بچا زندہ نہ جب کوئی بھی مردود
شگفتہ جب ہوا گلزارِ خاطر — ہوئے سب دیوتا خدمت میں حاضر
شچی پت[1] اِندر ان کے پیشوا تھے — دلیل و مقتدا تھے، رہنما تھے
کھڑے تھے رونگٹے سارے بدن پر — سخن کا شوق غالب تھا دہن پر
زبانِ گلفشاں پر استتی تھی — رواں اک نہر سی گفتار کی تھی
دِلی جذبوں کی رو میں بہہ رہے تھے — زبانِ صدق سے یوں کہہ رہے تھے
مہا مایا، ہزاروں بار پرنام — جگت ماتا، ہزاروں بار پرنام
ہیں جتنے دیوتا مشہور، کالی — انھیں کا تم میں ہے پرتوَ جلالی
تمھاری شکتیاں ہیں عالم آرا — تمھارے دم سے ہے یہ کھیل سارا
ہے بحر و بر کی پیدائش تمھیں سے — ہے خشک و تر کی گنجائش تمھیں سے
تمھیں رشیوں کی ہو معبود دیوی — تمھیں مُنیوں کی ہو مسجود دیوی
ہمیں تو ہے تمھارا ہی سہارا — کیا کرتی ہو تم کلیان سب کا
یہ برہما اور شِو یہ وِشنو بھگوان — تمھاری عظمتوں پر سب ہیں قربان
نہیں ان کو بھی گُن گانے کا یارا — بڑا ہے مرتبہ دیوی تمھارا
جگت کو پالنے والی تمھیں ہو — مہادیوی، مہا کالی تمھیں ہو

---

[1] شچی راجہ اندر کی رانی کا نام۔

گناہوں سے جو ڈر ہوتا ہے پیدا
عذابوں سے اثر ہوتا ہے پیدا

تمھارے ہی کرم سے دُور ہوگا
بدی کا ہر نشاں کافور ہوگا

ہیں جس گھر کے بھی انساں نیک اطوار
ہو اس میں لکشمی بن کر نمودار

سیہ کاروں کی جب آتی ہے شامت
تم ان کے گھر میں بن جاتی ہو لعنت

فراغت منہ کچھ ایسا پھیرتی ہے
تباہی ان کے گھر کو گھیرتی ہے

نہایت پاک ہیں جو صاف ہیں جو
برنگِ آئینہ شفّاف ہیں جو

خیال اُن کے دِلوں میں ہے تمھارا
سمجھ بن کر ہو اُن میں آشکارا

شریفوں میں سکونت ہے تمھاری
دیوں میں ان کے حرمت ہے تمھاری

وہ شیدائی تمھارے نام کے ہیں
عقیدت سے وہ تم کو پوجتے ہیں

جو گنجِ آبرو کے پاسباں ہیں
گراں پایہ ہیں عالی خانداں ہیں

تم ان میں شرم و غیرت کی ہو مورت
تمھیں سے پاسِ حرمت کی ہے صورت

تمھاری استتی میں سر یہ خم ہے
تمھارا ذکر لب پر دَم بدم ہے

جگت ماتا کرو امداد فی الفور
تمھیں اس کی محافظ ہو بہر دور

تصوّر کیا کرے کوئی تمھارا
نہاں ہو کر بھی ہو تم آشکارا

نظیر اپنی ہو خود تاب و تواں میں
تمھارا تذکرہ ہے دو جہاں میں

اسُر جتنے ہیں سب ہارے ہیں تم سے
گریزاں موت کے مارے ہیں تم سے

مٹا دیتی ہو ان کو بیخ و بُن سے
یہ دُنیا پاک ہو جاتی ہے اُن سے

تمھاری جُراُتوں کا ذکر کیا ہو
تمھاری ہمتّوں کا ذکر کیا ہو

تمھارے خوف سے رَن کانپتا ہے
برنگِ بید دشمن کانپتا ہے

بہت محجوب ہیں غیرت کے مارے
کہ گائیں حسبِ منصب گُن تمھارے

تمھیں سے آشکارا ہے یہ دنیا
یہ ست[1] رج تم کا ہے سارا کرشمہ

[1] ست یعنی ستو گن (سکون) راج یعنی رجو گن (حرکت) تم یعنی تمو گن (جمود)

مہادیو اور برمھا وِشنو یہ سب — بھلا توصیف میں کھولیں گے کیا لب
یہ ہیں دامِ علائق میں گرفتار — کبھی گُن گا سکیں دُشوار دُشوار
ہے دُنیا جُزوِ اِک ادنیٰ تمھارا — تمھیں دیتی ہو گرتوں کو سہارا
تمھاری ذات برتر عیب سے ہے — تمھیں نسبت ظہور و غیب سے ہے
ہیں جتنی قدرتیں سب ہیں تمھیں میں — ہیں جتنی طاقتیں سب ہیں تمھیں میں
تمھیں ہو آدی شکتی روزِ اوّل — توان و تاب میں ہو سب سے افضل
تمھیں سے آگ پیدا یگیہ میں ہے — تمھارا نام ''سواہا'' یگیہ میں ہے
زباں پر دیوتاؤں کی ہے یہ نام — اسی سے ان کے بن جاتے ہیں سب کام
اسی سے ان کی پوری ہے ضرورت — اسی سے ان کی سیری کی ہے صورت
ہیں جتنے پِتر کرم اُن میں سُدھا ہو — بزرگوں کے دِلوں کا مدّعا ہو
وہ دائم شادماں اِس نام سے ہیں — شناسا عظمتِ انجام سے ہیں
بتاؤں مرتبہ اِس نام کا کیا — زباں پر دیو کرموں میں ہے سواہا
ٹھکانہ پِتر کرموں کا جہاں ہے — سُدھا کا لفظ تہذیبِ زباں ہے
سراپا آگہی اے پاک دیوی! — تمھیں ہو بھگوتی اے پاک دیوی!
تمھیں ہو حکمت و دانش کا مخزن — تمھیں سے ہے عیاں ہر علم ہر فن
تمھیں ہو برمھ وِدّیا سے نمایاں — تمھاری ذات ہے خود علم و عرفاں
تمھیں دُنیا کی مکتی کا سبب ہو — تمھیں سب شکتیوں میں منتخب ہو
تصوّر کی حدوں سے دُور ہو تم — مہا مایا سراپا نور ہو تم
تمھیں ہو خود شناسی کی نشانی — تمھیں کہتے ہیں گیانی برمھ گیانی
یہ جتنے جاننے والے رِشی ہیں — تمھیں پہچاننے والے رشی ہیں
جو ہیں ہر شے کی ماہیت سے آگاہ — طلب سے موکھش کی ہیں عافیت خواہ
ریاضت سے طبیعت جن کی یکسُو — جنھیں اپنے دل و اعضا پہ قابو

قبول و ردّ جنھیں دونوں سے آرام　　محبّت سے نہ ہے نفرت سے کچھ کام
جو اظہارِ ارادت کر رہے ہیں　　تمھاری ہی عبادت کررہے ہیں
سراپا نُطق تم دیوی ہو لاریب　　نکل سکتا نہیں تم میں کوئی عیب
کہیں کیا ہم مہا مایا کہ کیا ہو　　یجر[۱] رِگ[۲]، سام سب کا آسرا ہو
ہیں جتے سام میں دلکش یہ گانے　　یہ نغمے ، زمزمے ، سُر یہ ترانے
بھرے ہیں سب تمھاری استتی سے　　ترنّم خیز حرفِ بندگی سے
تمھیں ویدترّئی[۲] ہو بھگوتی ہو　　کرم کی سب پہ بارش کر رہی ہو
تمھیں سے کاروبارِ زندگی ہے　　یہ دُنیا بس تمھیں سے چل رہی ہے
زراعت ہو مجسّم تم زراعت　　تمھیں ہو دافعِ ہر رنج و کلفت
مصیبت سے بچا لیتی ہو سب کو　　مصیبت سے اماں دیتی ہو سب کو
تمھیں سب شاستروں سے آگہی ہے　　تمھیں سے دُور دِل کی گُمرہی ہے
اسی سے سب تمھیں کہتے ہیں میدھا　　تمھارا نام اے دیوی ہے دُرگا
تمھیں کشتی ، تمھیں ہو اس کی پتوار　　لگاتی ہو تمھیں بھوسِندھو کے پار
تمھیں نے قتل کیٹبھ کو کیا ہے　　تمھیں نے ونڈیہ اس کو دیا ہے
ہے مسکن وِشنو کے دل میں تمھارا　　تمھیں اس روپ سے ہو عالم آرا
عیاں ہے شکل جس سے لکشمی کی　　تمھیں مورت ستّی کی بھگوتی کی
تمھیں گوری ہو ، شِو وامانگنی ہو　　وہ جسمِ کلُ ہیں تم اردھانگنی[۴] ہو
ہے نورانی تمھاری ذات ماتا　　بڑی حیرت کی ہے یہ بات ماتا
خجل ہے ماہِ کامل گو دہن سے　　ہے کندن گرچہ شرمندہ پھبن سے
کبھی جب تم ہوئیں محوِ تبسّم　　مہِش اس میں نہ کیونکر ہو گیا گُم
اسی کے سحر میں جادُو میں کھو کر　　حواس و ہوش سے محروم ہو کر

۱، ۲ ویدترّئی یعنی تینوں وید یجر، رگ، سام ۳ بھوسندھو یعنی قلزمِ دہر ۴ اردھانگنی یعنی آدھا جسم

جگر پر زخم یہ کھانا تھا اُس کو فنا ہونا تھا مرجانا تھا اُس کو
مگر اس میں تھی کچھ مایا تمھاری تبسّم سے تھی اس میں شعلہ باری
بلا کا وار کر بیٹھا وہ تم پر معاً یلغار کر بیٹھا وہ تم پر

مہیشؔ نے کی جو برپا یہ قیامت
کچھ اس میں تھی تمھاری ہی کرامت

خمِ ابرو ہلاکت آفریں ہے جمالِ روئے زیبا دلنشیں ہے
مہِ نَو کی ضیا اس سے ہویدا غضب کی تابناکی اس سے پیدا
ڈپٹ کر تم نے جب تیوری چڑھائی تھی غصّے سے عجب ہیئت کذائی
نہ مانی اس نے اپنی زبردستی رہی اس پر بھی باقی اس کی ہستی
تعجب ہے کہ اس کا راز کیا ہے یہ افسوں کیا ہے یہ اعجاز کیا ہے
قضا جس وقت آتی ہے کسی کی بھویں جم راج کی ہوتی ہیں ٹیڑھی
کسے اس وقت ہو سکتا ہے یارا کرے روئے جلالی کا نظارا
سمجھ میں بھید یہ لیکن نہ آیا مہشؔ عبرت زدہ کیوں ہو نہ پایا
تمھاری چشمِ رحمت ہو جو دیوی ہو پیدا جلد صورت بہتری کی
رہیں قائم عنایت کی نگاہیں کشادہ ہم پہ ہوں برکت کی راہیں
تمھارا قہر جب ہوتا ہے طاری نظر جس وقت پھرتی ہے تمھاری
برستی ہے تباہی جسم وجاں پر قیامت ٹوٹتی ہے خانداں پر
ہوئی ماتا ہمیں یہ بات معلوم مہشؔ جب ہوگیا دنیا سے معدوم
نگاہِ قہر جب تم نے اٹھائی مصیبت سی مصیبت اُس پہ آئی
کچھ ایسا موت کا چکّر چلایا ہوا ظالم کے لشکر کا صفایا
مبارک صد مبارک ہیں وہ انساں ہمیشہ جن سے تم رہتی ہو شاداں
انھیں کی ہر جگہ ہوتی ہے عزّت انھیں کو تم عطا کرتی ہو دولت

انھیں کا دھرم رہتا ہے سلامت ۔ انھیں کا کرم رہتا ہے سلامت
زن وفرزند سے ہوتا ہے دل شاد ۔ گھر ان کا ہر طرح ہوتا ہے آباد
انھیں ہر عیش ہوتا ہے میسّر ۔ پئے خدمت انھیں ملتے ہیں نوکر
اَمارت اُن کی چوکھٹ چومتی ہے ۔ ریاست ان کے در پر جھومتی ہے
بڑھی شردھا سے بھگتی سے نکو کار ۔ تمھارے فیض سے ہیں عظمت آثار
فرائض اپنے سب دیتے ہیں انجام ۔ عمل ان کا ہے ان کے حق میں انعام
ہمیشہ دھرم کے رہتے ہیں پابند ۔ ہمیشہ کرم سے رہتے ہیں خورسند
وہ بنتے ہیں اجل کا جب نشانہ ۔ وہ جب دنیا سے ہوتے ہیں روانہ
شرن میں اپنی لے لیتی ہو اُن کو ۔ جگہ تم سؤرگ میں دیتی ہو اُن کو
لگا کر دل کیا کرتے ہیں جو دھیان ۔ تم اُن کا ہر طرح کرتی ہو کلیان
انھیں تم عقل اچھی بخشتی ہو ۔ بلندی و ترقیؔ بخشتی ہو
تمھیں رہتا ہے ماتا پاس اُن کا ۔ مٹا دیتی ہو تم افلاس اُن کا
مٹا دیتی ہو دل سے داغِ کلفت ۔ نہیں رہتی ذرا بھی دل میں دہشت
نہیں رحم و کرم میں کوئی ثانی ۔ تمھاری رحمتیں ہیں جاودانی
مہشؔ محرومِ ہستی ہوگیا ہے ۔ مقدّر راکھشسوں کا سو گیا ہے
خوشی ہوگی دلوں کو اب میسّر ۔ مکانِ عیش بن جائے گا ہر گھر
یہ دانوَ مستحق تھے جو سقر کے ۔ فنا اس جنگ میں ہو ہو کے مر کے
ہیں محوِ خواب آغوشِ زمیں میں ۔ جگہ پائیں گے فردوسِ بریں میں
انھیں باتوں کی تھی منظور تکمیل ۔ مناسب تھی اسی مقصد کی تحصیل
اِسی سے دشمنوں کو مار ڈالا ۔ اندھیرے کی جگہ اب ہے اُجالا
مٹانے کے لیے اسُروں کی ہستی ۔ نگاہِ قہر ہی کافی تھی دیوی
ضرورت کیا تمھیں ہتھیار کی تھی ۔ نہ حاجت توپ کی تلوار کی تھی

صلاحِ جنگ سے پھر بھی لیا کام
ہلاکت کا دیا یوں فرض انجام

سبب اس کا بھی سب پر آئینہ ہے
خبر ہے ایک دنیا کو، پتہ ہے

تمھارے ہاتھ سے پامال ہوکر
اسُر یہ جان سے یوں ہاتھ دھو کر

عذابوں سے رہائی پاسکیں گے
سرِ عرشِ معلّیٰ جاسکیں گے

گناہوں کی مٹے گی سرگرانی
ملے گا ان کو عیشِ جاودانی

ہے ان باتوں سے ظاہر صاف یہ راز
جو دشمن ہیں سراپا فتنہ پرداز

ہیں وہ بھی درخورِ بابِ نوازش
ہے خم اُن پر بھی محرابِ نوازش

تمھارے شُول میں کتنی چمک ہے
شبابِ سرخ کی اِس میں دَمک ہے

تمھاری تیغ ہے کتنی بھیانک
قیامت بھی نہیں اتنی بھیانک

نہ ان کی دید سے سفّاک گھبرائے
یہ ان کے دیکھنے کی تاب لے آئے

سبب اس کا ہے سب پر آشکارا
وہ کرتے تھے تمھارا ہی نظارا

تمھارے منہ کی جانب دیکھتے تھے
تو نگر دولتِ دیدار سے تھے

وہ منہ جس میں مہِ نَو کی ضیا تھی
ضیا اک موجۂ آبِ بقا تھی

جو کرنیں حسنِ رُخ سے پھوٹتی تھیں
وہ امرت کی ترنگوں سے بھری تھیں

تخیّل کی حدوں سے دُور تم ہو
سراپا جلوۂ مستور تم ہو

تمھارا حکم فرمانِ قضا ہے
کمینوں کی بداطواری فنا ہے

متاعِ امن کے مردود رہزن
اسُر جو دیوتاؤں کے تھے دشمن

انھیں تم نے اَجل کے گھاٹ اتارا
دِکھایا بحرِ ہستی کا کنارا

نہیں اُن کی ہلاکت یہ ہلاکت
نہیں برپا ہوئی اُن پر قیامت

تمھارے رحم کی شکلِ دگر ہے
بھلائی اس میں بھی مدِّ نظر ہے

جگر اتنا ہے دل اتنا ہے کس میں
یہ جرأت کس میں ہے یارا ہے کس میں

یہ صورت، شکل یہ ہے کس کو حاصل
نہیں ثانی کوئی، کوئی مقابل

ہے جس سے دشمنوں پر خوف طاری دلوں سے ہے نمایاں بے قراری
نہیں ایسی کسی میں دل رُبائی نہیں ایسی کسی میں پارسائی
تمھیں بردان کی ہو دینے والی تمھیں ہو سُدھ ہماری لینے والی
تمھاری عظمتیں ہیں آشکارا ترحّم سے بھرا ہے دل تمھارا
مگر جب جنگ کا ہوگرم بازار مروّت سے نہیں پھر کچھ سروکار
ادائیں شعبدہ گستر ہیں تم میں بیک لمحہ یہ دو جوہر ہیں تم میں
زمیں میں ہے نہ پیدا آسماں میں نہیں ایسا کوئی دونوں جہاں میں
دکھائی جراتِ بیباک تم نے کیا دشمن کا قصّہ پاک تم ہے
حفاظت ہر سہِ عالم کی ہوئی یوں ہوئے دامِ الم سے سب بری یوں
کمینوں کا کیا تم نے صفایا رذیلوں کو زمانے سے مٹایا
پھر ایسی وسعتِ دل آئینہ کی جگہ بیکنٹھ میں اُن کو عطا کی
ہوئیں خوش ہم سے فرمایا ہمیں شاد کیا بیمِ فنا سے یکسر آزاد

کسی میں بھی نہیں یہ شانِ تکریم
ہزاروں بار دیوی تم کو تعظیم

یہ نیزے، تیغ یہ، گھنٹے کی آواز دھنش کی یہ صدائیں عرش پرواز
اِن اشیا سے حفاظت ہو ہماری رہے چشمِ کرم ہم پر تمھاری
گھماؤ اس طرح تم اپنا بھالا فناوہ دشمنوں کو کرنے والا
کبھی پورب، کبھی پچھّم میں جاکر کبھی اترّ ، کبھی دکھّن میں آکر
تمام اطراف میں دوّار ہو کر برنگِ مہر آتش بار ہو کر
ہماری جان اعدا سے بچائے ہمیں تسکین کا جلوہ دِکھائے
سکوں گستر ہو لاکھوں صورتوں سے حسیں منظر ہو لاکھوں صورتوں سے
یہی آئینۂ کون و مکاں ہیں اُنھیں سے جلوہ گر دونوں جہاں ہیں

رُخِ دیگر سے ہیبت ناک بھی ہو تمھیں ہستی کے حق میں نیستی ہو
جو تم چاہو تو یہ نابود ہو جائیں عدم کی راہ میں مفقود ہو جائیں
کرو تم اس لیے سب کی حفاظت تمھیں ہر طرح کی حاصل ہے قدرت
تمھارے ہاتھ میں تیغ وتبر ہے گدا کی روشنی نورِ نظر ہے
یہ نیزے اور سب دیگر یہ ہتھیار چلاتی ہو جو ماتا وقتِ پیکار
رہے دریائے رحمت یونہی جاری تمھیں رکھتی ہو دائم سُدھ ہماری
سُرتھ سے پھر رشی یہ کہہ کے بولے جگت ماتا کے اُن پر بھید کھولے
کیے تھے دیوتا خم عجز سے سر
چڑھائے پھول نندن بن کے اُن پر
جو خوشبویات تھیں اس وقت یکجا ہوئی ان سے مہا مایا کی پوجا
بڑی بھگتی سے سب نے استتی کی مقدّس تھی گھڑی یہ زندگی کی
کیا جب دیوتاؤں نے انھیں یاد مہامایا کے لب پر تھا یہ ارشاد
بہت خوش تم سے ہوں میں دیوتاؤ جو کچھ درکار ہو مجھ کو بتاؤ
نہایت شوق سے بردان مانگو ہو جس شے کا تمھیں ارمان مانگو
ادب سے دیوتاؤں نے کہا اب کہ پورے ہو چکے سب دل کے مطلب
کوئی ارمان اب باقی نہیں ہے عطا تم نے ہمیں ہر چیز کی ہے
کیا ہے تم نے مہشاسُر کو پامال کیے ہیں ہاتھ اس کے خون سے لال
اگر بردان دینا ہی ہے منظور تو پھر جس وقت ہم ہوں زار و معذور
کوئی آفت بھی ہو جب ہم پہ نازل ہمیں پیش آئے جب بھی کوئی مشکل
مصیبت میں کریں جب ہم تمھیں یاد ہمارے سر پہ رکھو دستِ امداد
جو دشمن ہوں انھیں پامال کردو ہمیں ہر طرح فارغ بال کردو
ہماری مشکلیں سب دُور ہو جائیں بلائیں جتنی ہوں کافور ہوجائیں

کرے ان اُستتوں سے جو تمھیں یاد — کرو تم دستگیری سے اُسے شاد
زر و دولت سے دامن اُس کا بھر جائے — غریبی کی بلا سر سے اُتر جائے
ہو اس کے جاہ و ثروت میں ترقیؔ — ہو اس کی شان و شوکت میں ترقیؔ
فزونی آل میں اولاد میں ہو — ترقی عظمتِ اجداد میں ہو
جو عورت ہو وہ گھر کی لکشمی ہو — بنائے عیش ، وجہِ خرمی ہو
رہو ہم سب سے تم مسرور اَمبے ! — ہماری مشکلیں ہوں دُور اَمبے !
جب استت دیوتاؤں کی ہوئی ختم — یہ بارش التجاؤں کی ہوئی ختم
بھلائی جس سے تھی اپنی بھی مقصود — نہاں تھی جن میں دنیا بھر کی بہبود
وہ بخشش دو جہاں کی دینے والی — ہوئیں محوِ توجہ بھدرؔ کالی
یہ فرمایا کہ اچھا عرض منظور — کروں گی ہر طرح میں تم کو مسرور
جو مانگا ہے تمھیں بے شک میں دوں گی — خبر ہر حال میں ہر وقت لوں گی
یہ کہہ کر ہو گئیں نظروں سے مستور — تجلّی یہ ہوئی اب شمعِ کا فور
کہا راجہ سے اب میدؔھا رشی نے — سراپا معرفت نے آگہی نے
جو دیوی ہیں معینِ ہر دو عالم — وجودِ پاک ہے جن کا مقدّم
بہم جن سے ہیں بہبودی کے سامان — ہے جن سے فائدے کی شکل ہر آن
ہوئیں دُنیا میں کیسے جلوہ آرا — بتایا میں نے اس کا حال سارا
ہوئیں پھر بعدہٗ جیسے نمودار — بنیں وہ دیوتاؤں کی مدد گار
نِشمبھؔ و شُمبھؔ ان دونوں کو مارا — کیا اعجازِ قدرت آشکارا
کمالِ سحر نے اعجاز و فن سے — ہوئیں مشہور گوری کے بدن سے

کروں گا حال تم سے میں بیاں یہ
توجّہ سے سنو اب داستاں یہ

پانچواں ادھیائے

ہوئے میدھا رِشی پھر محوِ گفتار — برنگِ ابرِ نیساں تھے گُہر بار
ہے اب سے مدّتوں پہلے کا مذکور — نشمبھ و شمبھ تھے دو دَیتیہ مشہور
بہت بلوان تھے رتبہ بڑا تھا — مقدّر بستۂ بالِ ہُما تھا
توانائی میں طاقت میں یگانہ — بنے فی الفور سرتاجِ زمانہ
انھیں آتا تھا لڑنے کا قرینہ — سپر رہتا تھا وقتِ جنگ سینہ
ہوا ہم دوش بیداری سے مقسوم — بنایا اِندر کو بھی اپنا محکوم
کیا ہر دیوتا کو رام اپنا — بچھایا مکر و فن سے دام اپنا
کیے برباد ، گھر ان کے اُجاڑے — فضیلت کے عَلَم ہر سمت گاڑے
نہ رکھا یگیہ پر حق اُن کا باقی — یہی اس میکدے کے اب تھے ساقی
یہ اب رکھتے تھے بیش و کم کا قبضہ — انھیں کا ہر سہ عالم پر تھا قبضہ
تھا اب اک کرّۂ بے نور خورشید — تھا اب اِک پیکرِ مستور خورشید
قمر کو تھا نہ تابانی کا یارا — کُبیر ایسا غنی تھا بے سہارا
برُن کی آب رخصت ہو چکی تھی — بہت کچھ یَم کی دُرگت ہو چکی تھی
پوَن کی تیزی و تندی ہوا تھی — یہ بیماری تھی وہ جو لادوا تھی
جو تیج اگنی[1] کا تھا وہ ڈھل رہا تھا — کلیجا سوزِ غم سے جل رہا تھا
نکل کر پاؤں سے صدق و صفا کو — نکالا راج سے ہر دیوتا کو

[1] آگ کا دیوتا

وہ ہیبت دیوتاؤں پر تھی طاری ہوئی پیدا دلوں میں بے قراری
بدن پر تھرتھری چھائی ہوئی تھی لبوں پر جان سی آئی ہوئی تھی
نہ دیکھی جب مفر کی کوئی صورت بنے وہ یاس کی حسرت کی مورت
دلِ محزوں کو تھامے سر جھکائے نظر چرخِ بریں کی سمت اُٹھائے
مہا مایا کا سب کرنے لگے دھیان برنگِ موجۂ دریا پریشان
جنھیں تھی فتح دُنیا بھر پہ حاصل تھا جن کو زیر کرنا سخت مشکل
یہ سوچا دیوتاؤں نے اسی آن دیا تھا ہم کو یہ دیوی نے بردان
کرو گے یاد جب بھی وقتِ مشکل کروں گی دُور فوراً کلفتِ دل
کروں گی ردّ تمھاری ہر بلا میں تمھیں ہر درد کی دوں گی دوا میں
چلے یہ سوچ کر سوئے ہمالہ اُٹھی ان کی نظر سوئے ہمالہ
زباں پر وِشنومایا[1] کی ثنا تھی طلب گاری میں شامل ہر دُعا تھی
بصد منّت لبِ گفتار کھولے کمالِ عاجزی کے ساتھ بولے
تم اے دیوی مہادیوی[2] شِوا ہو پرکرتی[3] نام ہے تم بھدّرا ہو
تمھارا مرتبہ ہے آشکارا تمھیں پرنام سَو دل سے ہمارا
جلال وجاہ میں تم رُدّرا[4] ہو تمھیں ہو[5] دھاتری تم جیوتسنا[6] ہو
تم اِندوروپنی[7] ہو تم ہو نِتیا[8] مقدّس نام ہے گوری[9] تمھارا
ہو پرمانند[10] کا گنجِ گراں تم ہزاروں صورتوں سے ہو عیاں تم
بناتی ہو تمھیں سب کام دیوی مسلسل ہے تمھیں پر نام دیوی
تمھیں ہر شکل سے کرتی ہو کلیان تمھیں دیتی ہو بہبودی کا وردان
تمھیں ہو رِدّھیوں[11] کی دینے والی تمھیں ہو سِدّھیوں[12] کی دینے والی

---

[1] وِشنو مایا یعنی قدرت پروردگار [2] شوا یعنی فلاح و بہبود کی دیوی [3] پرکرتی یعنی قدرت
[4] رُدّرا یعنی خلاقِ دوجہاں کی جلالی قدرت [5] دھاتری جس پر تمام عالم کائنات قائم ہے [6] جیوتسنا یعنی نورِ حقیقی
[7] اندورپنی یعنی ماہ رُو [8] نِتیا یعنی جاودانی [9] گورے رنگ والی [10] پرمانند یعنی سرورِ مطلق
[11] رِدّھی سدھی یعنی کشف و کرامات

تمھیں ہو راکھشسوں کے گھر کی دولت — تمھیں سے حکمرانوں میں ہے صولت
تمھیں دونوں کے گھر کی لکشمی ہو — تمھیں شِو شکتی ہو تم بھگوتی ہو
ہے شِو دانی تمھارا نام دیوی — تمھیں ہم سب کا ہے پرنام دیوی
تمھیں ہو کار سازِ دہر دُرگا — کیا ہے تم نے کُل عالم کو پیدا
تمھیں ہو قدرت و قادر سے آگاہ — دکھاتی ہو تمھیں ادراک کی راہ
تمھیں کالی ہو دیوی دُھومرا[1] ہو — تمھیں ہر رنگ میں جلوہ نما ہو
بجا ہے تم کو یہ اعزاز واکرام — ہمیشہ ہم تمھیں کرتے ہیں پرنام
تمھارا نام ہے اتی سومیا[2] ماں — بشکلِ علم ہو ہر غم کا درماں
تمھیں اتی رُدرا[3] کہتے ہیں دانا — ہو تم محوِ توجہ سوئے دُنیا
نہایت عاجزی سے لے کے ہم کام — مسلسل کر رہے ہیں تم کو پرنام
تمھیں ہو حرمت و اکرام دیوی — بناتی ہو تمھیں ہر کام دیوی
نہیں کس شکل سے تم آشکارا — تمھیں پرنام ہے ماتا ہمارا
تمھیں سب پرانیوں میں وِشنو مایا — تمھیں ہو خالقِ ایزد کا سایا
سہارا ہے تمھارا ہی سہارا — قدم بوسی کو خم ہے سر ہمارا
خلائق میں جو ہے حرکت وہ تم ہو — جسے کہتے ہیں سب برکت وہ تم ہو
تمھیں دیتی ہو بیداری کا پیغام — تمھیں پرنام ہے سوبار پرنام
تمھیں ہو علم و دانش، عقل و حکمت — تمھیں سے گرم ہے بزمِ فراست
تم ادراک و خرد میں آشکارا — تمھیں مقبول ہو سجدہ ہمارا
وجودِ خواب ہے دیوی تمھیں سے — بنایہ باب ہے دیوی تمھیں سے
تمھیں سے نیند کا غلبہ ہے پیہم — خمیدہ ہیں تمھارے سامنے ہم
تمھارا ہی اشارہ بھوک میں ہے — یہ صورت آشکارا بھوک میں ہے
تمھیں سے اشتہا ہے جزوِ عالم — تمھاری بندگی میں سر یہ ہے خم

---

۱ دھویں کے رنگ والی ۲ اتی سومیا یعنی بدرجہ اتم متحمل ۳ اتی رودرا یعنی انتہائی جلال والی

تمھیں پرتوَ تمھیں سایہ ہو اَے ماں! مجسّم تم مہا مایا ہو اَے ماں!
تمھیں ہر شکل میں ہو جنم داتا تمھیں پر نام لاکھوں بار ماتا
تمھیں طاقت تمھیں قوّت ہو دیوی! تمھیں جرأت تمھیں ہمّت ہو دیوی!
تمھاری بندگی ہم کر رہے ہیں عقیدت سے یہ سر خم کر رہے ہیں
طلب گاری یہ ساری ہے تمھیں سے ہوس کی کامگاری ہے تمھیں سے
تمھیں سو بار ہے تکریم اے ماں! تمھیں سو بار ہے تعظیم اے ماں!
تمھیں عفو و عطا کہتے ہیں دیوی تم اک تصویر ہو رحم و کرم کی
ہمیشہ چشم پوشی سے تمھیں کام تمھیں پرنام لاکھوں بار پرنام
تمھیں سے قومیت پرتوَ فگن ہے تمھیں سے ''ذات'' جانِ انجمن ہے
ہمارے دم میں جب تک دم ہے ماتا یہ سر بہرِ عبادت خم ہے ماتا
ادا تم میں حجابِ دل رُبا کی تمھیں ہو مورتی شرم وحیا کی
نمسکار! اے مری ماتا نمسکار تمھیں اے سرو سُکھ داتا، نمسکار
سراپا شانتی کہتے ہیں تم کو سکوں کی مورتی کہتے ہیں تم کو
نمس[1] تسمے ہزاروں بار تم کو نمس تسمے مری سرکار تم کو
یہ شردھا[2] روپ ہے دیوی تمھارا تمھیں سے ہے عقیدت آشکارا
خلوص و اُنس کا ہے تم سے جوہر تمھارے سامنے خم ہے مرا سر
صباحت حسن میں تم سے ہے دیوی ملاحت حسن میں تم سے ہے دیوی
نمک پاتا ہے تم سے روئے دلبر ہے خم پائے مقدّس پر مرا سر
تمھیں سے جلوہَ صد خُرمی ہے تمھارا نام ماتا لکشمی ہے
لگاتی ہو زر و دولت کے انبار نمسکار اے مری ماتا نمسکار
تمھیں سرمایۂ لعل و گہر ہو تمھیں گنجِ گرانِ مال و زر ہو
تمھاری زندگی سب پر مقدّم مرا سر ہے تمھارے سامنے خم

[1] نمسکار، تعظیم [2] شردھا یعنی عقیدت مندی

نمایاں تم سے جوہر حافظے کا
ہے تم سے منسلک انجام میرا
دیا کی مورتی رحم مجسّم
تمھاری بندگی فائق ہے سب پر
قناعت تم سے ہے تم سے توکّل
تہِ دل سے میں تم کو پوجتا ہوں
تمھیں ماں ہو تمھیں ماں کی محبّت
تمھاری یاد پر مائل رہیں ہم
یہ گم راہی سی ہے جو آشکارا
تمھیں اے خالقِ دارین پر نام
حواسِ پنجگانہ زیرِ قابو
زمانے میں ہیں یہ جتنے بھی جاندار
یہ جنّ و انس یہ مخلوق ساری
سحر میں ، شام میں جلوہ تمھارا
تمھیں پرنام اَے سرکار پرنام
یہ بیداری کا عالم ہے تمھیں سے
طلب کی جب کبھی دُکھیوں نے امداد
جزو کُل پر سمجھ کر تم کو قادر
تمھیں ہو خیر و بہبودی کا باعث
ہمیں تو ہے سہارا بس تمھارا
ہماری کلفتیں کافور ہوجائیں
پریشاں ہو کے اسُروں کے ستم سے
تمھارے سامنے سر خم کیے ہیں

تمھیں ماتا ہو مصدر حافظے کا
تمھاری بندگی ہے کام میرا
تمھیں مہر و عطاسے کام ہر دم
نمس تسمے نہ کیوں پھر آئے لب پر
تمھارا وصف ہے صبر و تحمّل
نمس تسمے زباں سے کہہ رہا ہوں
تمھیں دیتی ہو فرزندوں کو راحت
نمس تسمے نمس تسمے کہیں ہم
ہے اس کی تہ میں بھی جلوہ تمھارا
تمھیں اے مادرِ کونین پرنام
یہ سارا کارخانہ زیرِ قابو
تمھیں ہو اُن کی مالک اُن کی مختار
ہے پیدا کی ہوئی ماتا تمھاری
ہے کُل اجسام میں جلوہ تمھارا
تمھیں پرنام ، سوسو بار پرنام
یہ ہُشیاری کا عالم ہے تمھیں سے
کیا جب دیوتاؤں نے تمھیں یاد
ہوئے خدمت میں راجہ اِندر حاضر
تمھیں ہوسب کی خوشنودی کا باعث
کرو کلیان اے دیوی ہمارا
ہیں جتنی الجھنیں سب دُور ہو جائیں
ہراساں اُن کے ظلم دم بدم سے
سوالی ہم حفاظت کے لیے ہیں

جہاں بھی لوگ کرتے ہیں تمھیں یاد — ہمیشہ سر سے ٹل جاتی ہے اُفتاد
مصیبت دُور ہو جاتی ہے فوراً — بلا کافور ہو جاتی ہے فوراً
ہمیں بھی تم دوائے دردِ سر دو — ہماری بھی مصیبت دُور کردو
کہا راجہ سے پھر میدھا رِشی نے — زباں کھولی سراپا آگہی نے
سُنی جب دیوتاؤں کی یہ فریاد — مصیبت کا فسانہ غم کی روداد
ہوئیں پربت کی دیوی جلوہ آرا — مسرت تھی جبیں سے آشکارا
چلیں کرنے کو گنگا جی میں اشنان — یہی تھا جلوہ فرمائی کا عنوان
اگرچہ خود تھیں آگاہِ مطالب — ہوئیں یوں دیوتاؤں سے مخاطب
حواس و ہوش ہیں کس واسطے گُم — یہ کس کی یاد میں مشغول ہو تم
یہ کہتے ہی دِکھایا سحر و اعجاز — ہوا تبدیل وہ پیکر وہ انداز
شِوا کی شکل اب پیشِ نظر تھی — وہ شکل اوّل تھی یہ شکلِ دِگر تھی
کہا ذاتِ مقدم سے شِوا نے — سخن کی داد دی نقشِ دوتا نے
نشمبھ و شمبھ جو دو راکھشس ہیں — اسیرِ حرص ہیں صیدِ ہوس ہیں
انھوں نے دیوتاؤں کو ہرا کر — ہٹا کر جنگ میں پیچھے بھگا کر
حکومت اُن کی اُن سے چھین لی ہے — ستایا ہے بہت تکلیف دی ہے
نکالا ہے حدودِ سلطنت سے — کیا ہے ان کو خارج مملکت سے
اسی باعث نہایت تنگ ہو کر — بہت بے آبرو بے ننگ ہو کر

پریشاں رنج سے بے حال غم سے
ہوئے ہیں آ کے فریادی یہ ہم سے

شِوا پربت کی دیوی کا تھیں اوتار — ہوئی تھیں کوش[1] سے اُن کے نمودار
پڑا اُن کا اِسی سے کوشکی نام — ہوا مشہور دنیا میں یہی نام
ہوئیں پربت کی دیوی سے یہ پیدا — مہامایا کا اس سے رنگ بدلا

---

[1] کوش یعنی بطن

برنگِ ابرِ باراں تھیں سیہ نام | پڑا دنیا میں اُن کا کالکا نام
ہمالے کا جو ہے مشہور پربت | اُسی پر ہوگئی اُن کی سکونت
نشمبھ و شمبھ کے دو نوکروں نے | لعینوں، کافروں نے خودسروں نے
اِک اُن میں چنڈ تھا تو مُنڈ تھا ایک | قیامت دوسرا تھا تو بلا ایک
کہیں اک روز دیکھا امبکا کو | سراپا جلوۂ حسن و ادا کو
غضب کی دلبری انداز میں تھی | قیامت غمزۂ غمّاز میں تھی
جو دیکھا حسن دیوی کا انھوں نے | کیا جلووں کا نظّارا انھوں نے
کہا یہ شمبھ سے جاکر مہاراج! | نظر آئی ہے اک دیوی ہمیں آج
جلالِ حسنِ تاباں دیدنی ہے | ہراک اندازِ نسواں دیدنی ہے
ہمالے پر ہے جلوہ گر یہ دیوی | ہے گویا داورِ محشر یہ دیوی
ہمالہ تیج سے ہے بقعۂ نور | تجلّی اُس کی حیرت زا ہے تادُور
قیامت خیز ہے حسنِ دل آرا | بہت دشوار ہے اس کا نظارہ
اَدا دلبر ہے صورت موہنی ہے | سراپا حسن کی دیوی بنی ہے
میں سچ کہتا ہوں اے اسُروں کے سوامی | رتی[1] کو بھی قبول اس کی غلامی
نہیں دیکھا کسی نے اُس کو اب تک | نہیں اس کی فضیلت میں ذرا شک
یہ دیوی کون ہے دریافت فرمائیں | پھر اس کو قبضۂ قدرت میں لے آئیں
بنے وہ آپ کے محلوں کی رانی | میسّر ہو نشاطِ جاودانی
وہ دیوی ہے نہایت خوبصورت | ہے اُس سے حلقۂ نسواں کی زینت
جواہر کی طرح تابندگی ہے | وہ مہرِ آسمانِ زندگی ہے
غضب کی آب روئے صاف میں ہے | تجلّی اس کی چار اطراف میں ہے
ذرا تکلیف اٹھاکر اُس کو دیکھیں | خود اُس کے پاس جاکر اُس کو دیکھیں
زر و الماس ہاتھی اور گھوڑے | ہیں عزّ و جاہ کے سامان جتنے

[1] رتی یعنی کام دیو کی بیوی

ہیں سب موجود ایوانِ شہی میں
اضافہ اُن سے ہے شانِ شہی میں

ہے ایراوتؔ جو ہاتھی سب سے ممتاز
ہے سارے ہاتھیوں میں باعثِ ناز

وہ گھوڑا سب سے افضل سب سے اعلیٰ
جسے اچسؔ شروا کہتی ہے دُنیا

شجر وہ پارجاتؔ ایسا مقدس
جو ہے رفعت میں اپنی آسماں رس

گراں منصب نہایت بیش قیمت
یہ سب ہے آپ کا مالِ غنیمت

ہے سب کچھ آپ ہی کی دسترس میں
کیا ہے اِندرؔ کو بھی اپنے بس میں

وہ برہما جی کا طیّارہ انوکھا
ہے جس کا رُوپ اعلیٰ رنگ چوکھا

اسے بھی ناگہاں لے آئے تھے آپ
بصد تاب وتواں لے آئے تھے آپ

عجب ندرت ہے اُس کے بال وپر میں
ہے موجود آج تک حدِ اثر میں

مہا پدمؔ آپ کا ہے جو خزانہ
جو ہے سارے خزانوں میں یگانہ

کُبیرِ نامور کا تھا کبھی مال
ہے وہ اب آپ ہی کے زیرِ اقبال

سمندر نے جو کی نذر آپ کو پیش
ہے اس کی قدر و قیمت بیش از بیش

بڑے نایاب رتنوں سے بنی ہے
وہ مالا بے بہا کنجلکنی ہے

برنؔ کا چھتر زرّیں ہے جو مشہور
برنگِ نیرِ تاباں ہے پُرنور

کبھی جو رتھ تھا پرجاپتؔ کی املاک
ہے اُس پر آپ ہی کا قبضۂ پاک

مکاں میں آپ کے وہ بھی ہے موجود
خبر بھی آپ کو ہے میرے معبود

جو شکتیؔ نام کی اُت کرنتدا ہے
سراپا مرگ ہے عینِ قضا ہے

ہے جس کے سامنے دشوار جینا
اُسے جمراجؔ کے ہاتھوں سے چھینا

یہ تھا صرف آپ کے بھائی کو یارا
برنؔ کی پھانس پر قبضہ ہے ان کا

سمندر سے عیاں ہیں جس قدر رتن
فضیلت میں گراں ہیں جس قدر رتن

نشمبھؔ اب ان کے ہیں مختارِ مطلق
اب ان پر ہے انھیں کا ہر طرح حق

تھی اتنی آپ سے اگنی کو دہشت
دِیے ہیں آپ کو دو اس نے خلعت

ہیں سب رتنوں کے مالک آپ ہی جب
نظر آتا ہے یہ سرکار انسب

حسینہ یہ بھی داخل ہو محل میں　　رہے یہ آپ کے دستِ عمل میں
نظر میں کس لیے لاتے نہیں آپ　　اسے کیوں خود ہی اپناتے نہیں آپ
کہا یہ بعد ازاں میدھا رِشی نے　　سراپا روشنی نے آگہی نے
ہوئے جب چنڈ منڈ اس طرح گویا　　ہوا شمبھ اپنے دردِ دل کا جویا
تھا سگریو ایک اُس کا خاص حامی　　بنایا اُس کو سرکش نے پیامی
بڑا تھا اس پیامی کا کلیجا　　اُسی کو پاس دیوی جی کے بھیجا
دیا یہ درس اُس کو یہ ہدایت　　سُنائے اُن کو رودادِ محبت
بڑی حکمت سے ڈورے اُن پہ ڈالے　　خرومندی سے کام اپنا نکالے
کچھ اس تدبیر سے اِس ڈھب سے بہکائے　　ہو راضی اور ساتھ اُس کے چلی آئے
یہ قاصد چل دیا سوئے ہمالا　　جہاں تھی جلوہ فرما ذاتِ والا
دہانِ گفتگو یوں اُس نے کھولا　　بصد نرمی جگت ماتا سے بولا
ہیں مالک دیتیوں کے شمبھ بلوان　　بڑی ہے منزلت اُن کی بڑی شان
ہے قبضہ ہر سہ عالم پر اب اُن کا　　بڑا ہے اِندر سے بھی منصب اُن کا
انھیں کے حکم سے حاضر ہوا ہوں　　ادب سے میں سراپا التجا ہوں
ہوئے ہیں عظمت وثروت سے محروم　　ہیں سارے دیوتا اب ان کے محکوم
اب اُن پر فتح پالی ہے انھوں نے　　بنائے عیش ڈالی ہے انھوں نے
جو ہے وہ اِن کا ہے زیرِ نگیں اب　　کسی میں بھی سکت اتنی نہیں اب
بجا لائے نہ جو فرمان اِن کا　　ہے سب کا فرض اب گُن گان اِن کا
انھوں نے آپ کو بھیجا ہے پیغام　　جو لایا ہوں بجا، ہیں ان کے احکام
ہے یہ میرا مقدّس فرض سُنیے　　جو میرے لب پہ ہے وہ عرض سُنیئے
ہے اُن کا حُکم یہ حکمِ مقدّم　　کہ ہیں تینوں جہاں کے حکمراں ہم
ہمارے بس میں سارے دیوتا ہیں　　ہم اب کونین کے فرماں روا ہیں
کیا ہے پاک ہم نے ان کا قصہ　　ہمیں اب یگیہ میں لیتے ہیں حصہ

ہیں جتنے رتن بھی کون و مکاں میں
ہے دولت جس قدر تینوں جہاں میں
ہے اب وہ سب ہماری ملکیت میں
ہمارا ہی عمل ہے شش جہت میں
جواہرات تھا پہلے اِندر کا مال
ہے اب وہ بھی ہمارے زیرِ اقبال
سمندر متھ کے جو نکلا تھا گھوڑا
لقب اچّسّ شروا نامی ہے جس کا
دکھا کر عجز کوشی بیش از بیش
کیا ہے دیوتاؤں نے ہمیں پیش
جواہر وہ جو ناگوں کے لیے تھے
تھے مالک دیوتا گندھرب جن کے
ہمارے قبضۂ قدرت میں اب ہیں
ہمارے کیسۂ دولت میں اب ہیں
اگر ہے کچھ کمی تو آپ کی ہے
مناسب آپ کے حق میں یہی ہے
ہمارے پاس آجائیں خوشی سے
یہ گھر آباد فرمائیں خوشی سے
ہیں آپ افضل نگاہوں میں ہماری
ہیں آپ اکمل نگاہوں میں ہماری
ہماری منزلت ہے آشکارا
کریں آباد اب پہلو ہمارا
کریں یاشاد بھائی کو ہمارے
بنیں آکر ''حبیبے درکنارے''
جہاں بھی ہو خوشی آکر رہیں آپ
نہ اب جذبات کی رَو میں بہیں آپ
خواتینِ جہاں میں باعثِ ناز
مشرّف دو جہاں میں سب سے ممتاز
ہمارے پاس اگر آکر رہیں گی
ہر اک عنوان سے بہتر رہیں گی
نہیں ہے آپ کا دنیا میں ثانی
رہیں گی بن کے آپ اس گھر کی رانی
سمجھ لیں سوچ لیں اب غور کرلیں
تفحّص چاہے جتنا اور کرلیں
ہماری رَو میں اب بہنا پڑے گا
ہماری بن کے اب رہنا پڑے گا
سُنی ماتا نے جب قاصد کی تقریر
بنیں سنجیدگی کی آپ تصویر
لبوں پر مسکراہٹ چھا رہی تھی
تجلّی ہر طرف برسا رہی تھی
ہوئیں گویا بصد شرم و لجاجت
متانت سی متانت تھی متانت
یہ فرمایا ہے سچ کہنا تمھارا
نہیں ہرگز سخن جھوٹا تمھارا
نِشُمبھ و شُمبھ دونو تاجوَر ہیں
یقیناً مالک ِزیر و زبر ہیں

مگر ہے اک مرا عہدِ مصمّم
ہے اس کا پاس اک فرضِ مقدّم
جہالت پر یہ مانا ہے یہ مبنی
مناسب ہے مگر تکریم اس کی
وہ کیا عہدِ مصمّم ہے یہ سُن لو
وہ کیا فرضِ مقدّم ہے یہ سُن لو
لڑائی میں جو مجھ کو جیت لے گا
ظفر پا کر شکستِ فاش دے گا
جھکائے گا سرِ پندار میرا
کرے گا سرد سب بازار میرا
کرے گا ہمسری تاب و تواں میں
جو نکلے گا مرا ثانی جہاں میں
سپرد اُس کو کروں گی زندگی میں
بنالوں گی اُسے اپنا پتی میں
مناسب ہے کہ دونوں بھائیوں میں
مرے عشّاق میں شیدائیوں میں
کوئی ہو محوِ گیرودار مجھ سے
کوئی ہو مائلِ پیکار مجھ سے
کوئی بھی آ کے دو دو ہاتھ دکھلائے
کوئی بھی آئے مجھ کو جیت لے جائے
مجھے فوراً دلہن اپنی بنالے
نہایت شوق سے شادی رچالے
کہا قاصد نے یہ کیا گفتگو ہے
غرور و کبر میرے روبرو ہے
میرے آگے یہ اترانا نہیں خوب
یہ اپنی راگنی گانا نہیں خوب
ہے اِس دنیا میں اِتنا باجگر کون
ہے انساں کون وہ، ہے وہ بشر کون
نِشمبھ و شمبھ کے منہ یوں جو آئے
جو اُن کے سامنے ہتھیار اُٹھائے
نہیں جب دیوتاؤں میں یہ طاقت
تو پھر تم میں کہاں ہے اتنی جرأت
ہو عورت ذات تم اور پھر اکیلی
زباں سے کس لیے باتیں ہو ایسی
نہ ٹھہرے اِندر بھی جب اُن کے آگے
ہزاروں دیوتا جب رَن سے بھاگے
تم اُن سے جنگ میں کیسے لڑوگی
مصیبت سی مصیبت میں پڑوگی
میں سمجھاتا ہوں تم کو، مان جاؤ
نہ اپنی راگنی بے کار گاؤ
رہو چل کر نشمبھ و شمبھ کے پاس
تمھارا منتظر ہے اُن کا رنواس
اثر کردے گا ورنہ جب کوئی وار
کرے گا اپنے پنجے میں گرفتار
تمھاری آبرو ریزی کرے گا
خراب اس طرح کچھ مٹّی کرے گا

زبوں ہو جائے گی حالت تمھاری کروگی کیا گوارا تم یہ خواری
کرے بے حال تم کو کھینچ لے جائے پکڑ کر بال تم کو کھینچ لے جائے
کہا دیوی نے گو یہ بات ہے ٹھیک بجا ہے یہ بجا میرے بھی نزدیک
نِشمبھ و شمبھ ہیں بے شک دلاور جیالے، جنگجو ، بے باک، صفدر
مگر میں عہدِ پختہ کرچکی ہوں کبھی کا طے یہ قصہ کرچکی ہوں
یہ مانا لاکھ نا سمجھی ہے اِس میں حماقت سر بسر میری ہے اس میں
لہٰذا تم ہواب رخصت یہاں سے ہٹو دیوار کی صورت یہاں سے
کرو تم فرض قاصد کا سرانجام سنادو شمبھ کو جاکر یہ پیغام
مری تقریر کا مطلب بتادو جو کچھ میں نے کہا ہے سب بتادو

جو ہوگی بات واجب وہ کریں گے
جو سمجھیں گے مناسب وہ کریں گے

چھٹا ادھیائے

ہوئے میدھا رشی یوں مائلِ قال
سُرتھ کہتا ہوں میں آگے کا اب حال

سُنی قاصد نے جب دیوی کی گفتار
ہوا وہ غیظ کے شعلوں سے فی النّار

تھا کچھ غصہ تو کچھ تھا غلبۂ یاس
گیا بجلی کی صورت شمبھ کے پاس

مسرّت اس کی غم سے تھی مبدّل
سنایا حال سب اس کو مفصّل

یہ سُن کر شمبھ بے حد کِٹکِٹایا
بہت غصہ اُسے دیوی پہ آیا

سُنا کر داستاں یہ ماجرایہ
بُلا کر دُھومر لوچن سے کہا یہ

تم اپنی فوج کو لے کر چلے جاؤ
پکڑ کر اُس ستم پیشہ کو لے آؤ

بچانے کو اُسے کوئی جو آئے
چھڑانے کو اُسے کوئی جو آئے

وہ ہو گندھرب یا پھر دیوتا ہو
وہ چاہے یکش سا تیغ آزما ہو

شرابِ مرگ کا ساغر پلادو
ملادو خاک میں اُس کو ملادو

الٹ دو ہاں اُلٹ دو زیست کا ٹاٹ
اتارو اُس کو فوراً موت کے گھاٹ

سُنا جب دُھومر لوچن نے یہ فرمان
ہوا وارِد ہمالہ پر وہ شیطان

ہزاروں دیتیہ تھے لشکر میں اُس کے
لڑائی کا تھا سودا سر میں اُس کے

دہن اپنا گرج کر اُس نے کھولا
بلند آواز یوں دیوی سے بولا

کرو کچھ ان کی طاقت کا تم احساس
چلو فوراً نشمبھ و شمبھ کے پاس

چلو خوش خوش اِسی میں خیریت ہے
رویّہ یہ قرینِ مصلحت ہے

چکھاؤں گا تمھیں ورنہ مزا میں
زبردستی پکڑ لے جاؤں گا میں

تمھیں چلنا پڑے گا ساتھ میرے
تمھارے بال ہوں گے ہاتھ میرے

کہا دیوی نے اے اسُروں کے سردار
ہو تم مالک کے اپنے حکم بردار

توانائی بھی طاقت بھی ہے تم میں
تہوّر بھی، شجاعت بھی ہے تم میں

زبردستی شکنجے میں جکڑ کر
جو تم لے جاؤ گے مجھ کو پکڑ کر

میں ہو جاؤں گی بے بس کیا کروں گی
ستم تقدیر کا دیکھا کروں گی

سُنی دیوی کی جب تقریر اُس نے
اٹھائی ظلم کی شمشیر اُس نے

بصد غیظ و غضب جب اُن پہ جھپٹا
تو فوراً امبکا نے اُس کو ڈپٹا

کچھ اس انداز سے کی ایسی ہُنکار
ہوا اک آن میں ظالم وہ فی النار

ہوا جب دُھومر لوچن کا صفایا
سر اُس کی فوج نے بے حد اُٹھایا

چلائے اُن پہ خنجر، تیر، تلوار
غرض تھی ان پہ ہتھیاروں کی بوچھار

تھا شیرِ ببر دیوی جی کا باہن
گرج کر اَب چلا وہ سوئے دشمن

شرارت کو قیامت سے ملا کر
اُٹھا وہ بال گردن سے ہلا کر

در آیا لشکرِ دشمن میں بے باک
ہر اک انداز تھا اُس کا غضب ناک

کسی کے منہ پہ تھپّڑ اس نے مارا
اجل کے گھاٹ اکثر کو اتارا

کسی کی ٹانگ لی جھپٹا کسی پر
کسی پر کردیا حملہ بپھر کر

تباہی کا ہر اک پہلو نکالا
کسی کو دے کے دھکّا مار ڈالا

کسی کا پیٹ پھاڑا ناخنوں سے
جُدا سر کر دیا دھڑ سے کسی کے

کسی کے خوں سے پیاس اپنی بجھائی
قیامت سی قیامت اُس نے ڈھائی

تھا بے حد شیرِ غرّاں وہ غضبناک
بندھی اسُروں میں اس کی اس قدر دھاک

اجل کی نیند ظالم سو رہے تھے
فنا سب رفتہ رفتہ ہو رہے تھے

سنا جب دھومر لوچن کا یہ انجام
سُنا جب یہ مآلِ سعیٔ ناکام

ہوا غصّے سے انگارا وہ ناداں
چڑھ شیطان پر اک اور شیطاں
بدن لرزاں تھا سب تھرّا رہے تھے
تھے اعضا جتنے کانپے جارہے تھے
سنبھالے اُس نے اپنے ہوش آخر
بلایا اُس نے چنڈ اور مُنڈ کو پھر
کہا تم جاؤ لے کر فوجِ جرّار
زبردستی اسے کرلو گرفتار
پکڑ کر بال اس کو کھینچ لانا
قیامت سی قیامت آزمانا
نہ ہو ایسا تو مل کر دیتیہ سارے
لگا دیں بحرِ ہستی کے کنارے
لباسِ زندگانی چاک کردیں
مِٹادیں دم زدن میں خاک کردیں
جو اس کا شیر ہے اُس کو بھی ماریں
اجل کے گھاٹ ظالم کو اتاریں
جہاں تک ہو مگر زندہ پکڑ لائیں
قیامت کے شکنجے میں جکڑ لائیں

ساتواں ادھیائے

سُرتھ سے پھر کہا میدھا رِشی نے — کیے والب سراپا آ گہی نے
بڑے رُتبے میں پائے میں گرامی — وہ چنڈ اور مُنڈ دونوں دیتیہ نامی
چلے اب شمبھ کا فرمان لے کر — بڑھے دیوی کی جانب سر اُٹھا کر
تھی ہمراہی میں اُن کی فوج بے حد — تھا دیوی کی حراست اُن کا مقصد
یہی سودا تھا کرلیں قید اُن کو — بنائیں تیرِ غم کا صید اُن کو
خروش آگیں برنگِ بحرِ ذخّار — تھی اسُروں کی جماعت برق رفتار
بڑھا آگے یہ لشکر جب تو دیکھا — ہمالہ پر ہیں ماتا جلوہ فرما
سوار اک شیر پر محوِ تبسم — تھیں اپنی روشنی میں آپ ہی گُم
لیے ہاتھوں میں اپنے تیر و تلوار — سرِ دوشِ گراں تھی قوسِ خمدار
یہ ظاہر میں سیہ، باطن کے تاریک — جھپٹ کر آگئے دیوی کے نزدیک
ہوئے کوشاں کہ ماتا کو پکڑ لیں — کسیں مشکیں ، شکنجے میں جکڑ لیں
بڑھایا پائے ہمّت اُن کے آگے — دِکھائی اپنی جرأت ان کے آگے
ہوا جب دامنِ صبر و سکوں چاک — جگت ماتا ہوئیں بے حد غضب ناک
تھا دشمن کے لیے قصدِ تباہی — رخِ روشن پہ چھائی تھی سیاہی
بھویں ٹیڑھی ، جبیں تھی قہر آثار — ہوئیں اس وقت کالی جی نمودار
دہن ان کا تھا یا تھا موت کا غار — تھی زیبِ دستِ اقدس تیغِ خمدار

نگاہِ قہر تھی پھانسی کا چکّر
لیے تھیں ہاتھ میں مُردے کا پنجر

سروں کا ہار گردن میں پڑا تھا
عدو پر دبدبہ ان کا بڑا تھا

دو شالے کی جگہ تھی شیر کی کھال
تھی رفتارِ قیامت آپ کی چال

بدن پر گوشت شمّہ بھر نہیں تھا
یہ سوکھا جسم بے حد خشمگیں تھا

دہن تھا غار کی صورت کشادہ
کشادہ بھی زیادہ سے زیادہ

زبانِ سرخ کی اُف رے وہ لمبان
برآمد تھی دہن سے شعلہ عنوان

دھنسی اندر کی جانب گہری گہری
وہ آنکھیں تھیں کہ انگاروں کی بھٹّی

قیامت کی گرج آواز میں تھی
فضا ہر سمت جس سے گونج اٹھی

خروشاں جیسے کوئی بحرِ ذخار
چمیدہ جیسے کوئی تیز تلوار

گرج کر آپ یوں دشمن پہ جھپٹیں
سکون و امن کے رہزن پہ جھپٹیں

جہنم دامنِ یلغار میں تھے
طپانچے موت کے اِس مار میں تھے

پیاپے یورشوں سے حشر ڈھایا
کیا دشمن کی فوجوں کا صفایا

جیالے جتنے تھے مردہ پڑے تھے
نوالے سب دہانِ مرگ کے تھے

وِغا میں دیدنی تھی ان کی جرأت
کسی جودھا میں تھی کب ایسی ہمّت

مہاوت تھے کہ تھے بلوان ہاتھی
وجود اُن کا نہ تھا اِن کی غذا تھی

بندھے تھے گردنوں میں ان کی گھنٹے
بلندی میں یہ ہاتھی آسماں تھے

جگت ماتا نے قصہ کر دیا پاک
نہ اِن کے آگے اُن کی چل سکی خاک

اِسی صورت تھا گھوڑوں کا صفایا
سواروں کو بھی دانتوں سے چبایا

رتھوں کو حلق کے نیچے اتارا
چلاتے تھے جو رتھ اُن کو ڈکارا

پکڑ کر بال اکثر کو گھسیٹا
بڑی سختی سے بے رحمی سے پیٹا

گلا پکڑا کسی کو جا دبوچا
کسی کے جسم کو ناخن سے نوچا

کسی کی لات گھونسوں سے خبر لی
کسی کی ہڈّی ہڈّی چوُر کر دی

کسی کو دے کے دھکّا جا گرایا
کسی کو بڑھ کے زیرِ پا گرایا

ہزاروں کو دبا کر مار ڈالا
ہزاروں کو چبا کر مار ڈالا

نظر میں تھی قیامت آفرینی
قیامت تھی ادائے خشم گینی

چلاتے تھے اسُر جو تیر وتلوار
تھی جتنی اور ہتھیاروں کی بوچھار

تبر ، خنجر ، کُلھاڑی ، تیغ ، بھالا
دہن میں رکھ کے سب کو پیس ڈالا

مقابل جو جری جرّار آیا
اُسے پائے گراں سے خوب روندا

کیا لاکھوں کو بے رحمی سے زخمی
بنے تھے جسم بدکاروں کے چھلنی

کوئی تلوار کی زد میں ہوا ڈھیر
کوئی تھا وار سے کھٹوانگ کے زیر

کسی کے جسم کو دانتوں سے نوچا
اجل نے فوراً اس کو آ دبوچا

جو دیکھی اپنے لشکر کی تباہی
ہوئے سب کے حواس وہوش راہی

بلائے بے اماں ہیبت سراپا
مہامایا کی جانب چنّڈ دوڑا

تھی اُن پر مُنّڈ کے تیروں کی بوچھار
کیا چکروں سے اُس نے وار پر وار

بھیانک دیدۂ پُر خشم والی
ڈھکی تھیں بارشِ ناوک سے کالی

دہن میں یوں تھے داخل چکر زرکار
ہو سورج بادلوں میں جیسے ضوبار

سوا کالی کی تھی اب خشم ناکی
نمایاں منہ سے تھی ہیبت بلا کی

فضا تھی لاکھ چاروں سمت تیرہ
تھیں آنکھیں تابشِ دنداں سے خیرہ

گرج کر آپ نے ٹھٹھا لگایا
ہر اک فتنے کو سوتے سے جگایا

بزن کہہ کر اٹھائی ایک تلوار
لپک کر چنّڈ کی جانب کیا وار

پکڑ کر بال ایسا ہاتھ مارا
اجل کے گھاٹ ظالم کو اتارا

شجاعت ختم تھی مُردا پڑا تھا
سر اُس کا دُور دھڑ سے جا پڑا تھا

جو دیکھا چنّڈ کا انجام غمناک
جھپٹ کر اُن پہ دوڑا مُنّڈ بیباک

سیہ باطن دواں تھا صورتِ میغ
کیا کالی نے اس کو بھی تہہِ تیغ

زمیں پر لاش اُس کی بھی پڑی تھی — اجل اب اُس کے سینے پر کھڑی تھی
ہوئے جب چنڈ منڈ اس طرح پامال — ہوئی اُن کے لہو سے جب زمیں لال
نہایت شاد تھیں کالی ادھر اب — اٹھائے ہاتھ میں دونوں کے سر اَب
جھپٹ کر چنڈ کا کے پاس پہنچیں — جگت کی آتما کے پاس پہنچیں
لبوں پر مسکراہٹ چھا رہی تھی — ہنسی پھولوں کی صورت آ رہی تھی
کہا اُن سے کہ ہو تحفہ یہ مقبول — سرِ دشمن کا یہ ہدیہ ہو مقبول
درندے چنڈ مُنڈ ایسے جو دو تھے — ابھی میں کاٹ لائی ہوں سر اُن کے
نِشمبھ و شمبھ کو اب ماریے آپ — بنیں پیکِ اجل ان کے لیے آپ
کہا میدھا رِشی نے اب سُرتھ سے — کہ اے نورِ نظر، محبوب میرے
جو دیکھا چنڈ کا سر، مُنڈ کا سر — ہوئیں یوں چنڈ کا گفتار پیکر
کہ اے کالی! یہاں یوں آئی ہو تم — یہ دو سر ساتھ اپنے لائی ہو تم

تمھارا نام اب زندہ رہے گا
زمانہ تم کو چامنڈا کہے گا

آٹھواں ادھیائے

ہوا جب چنڈ یوں دنیا سے رخصت
ہوئی جب منڈ ظالم کی ہلاکت
مِلا جب خاک میں دونوں کا لشکر
بچھا جب ہر طرف لاشوں کا بستر
برنگِ شیرِ غرّاں شمبھ بپھرا
ٹھکانہ کچھ نہ تھا غیظ و غضب کا
اب اُس نے اپنی فوجوں کو دیا حکم
ہر اک افسر کو یہ صادر کیا حکم
''اُدا یدھ'' تھے چھیاسی جو سپہ دار
تھے چوراسی ''جوکمبو'' مردِ جرّار
پچاس افراد ''کوٹی'' ویر کُل کے
اُسر سو ''دُھومرونشی'' اور جو تھے
کہا اُن سے کہ ہوں آمادۂ جنگ
کریں جاکر عدو کا قافیہ تنگ
دُرہد کال اور سارے موریہ بنشی
علاوہ اُن کے ہو فوج اور جتنی
لڑائی کے لیے تیّار ہو جائیں
کمر بستہ پئے پیکار ہو جائیں
وہ شمبھِ سرگراں اُسروں کا سرتاج
تھا اُس کا دو جہاں پر اُن دِنوں راج
بڑی خونخوار تھیں ظالم کی فوجیں
نہ تھیں فوجیں یہ تھیں دریا کی موجیں
مہامایا نے جب دیکھا یہ لشکر
تھا اک اک فرد جس کا دیو پیکر
تھی ہیبت ناک سب کی شکل وصورت
برستی تھی قد و قامت سے وحشت
تھی اس کے دیکھنے سے روح لرزاں
قیامت خیز تھا ایک ایک عنواں
کماں پر ناوکِ خونیں چڑھایا
تنے غصّے سے ابرو ، طیش آیا
قیامت کے ہوئے آثار پیدا
ہوئی چلّے سے اک ٹنکار پیدا

غضب کا تھا کچھ اس ٹنکار میں زور
ہوا جے جے کا برپا چار سُو شور

یہ شورِ محشر آگیں تھا فلک تاز
زمیں پر ہر طرف گونجی یہ آواز

دہاڑ اُس پر قیامت شیر کی تھی
تھیں ہیبت ناک آوازیں جرس کی

فضا اس شور و غل سے کانپ اُٹھی
عجب حالت تھی کچھ ارض و سما کی

مچی وہ کھلبلی کون و مکاں میں
ہوا تھے ہوش سب کے دو جہاں میں

بڑھیں آگے اسی عالم میں کالؔی
نہایت رعب والی داب والی

دہن ان کا کچھ اس صورت سے پھیلا
زباں پر دم بدم تھا جے کا نعرہ

بڑھا شور اور بھی اُن کی گرج سے
پھٹے جاتے تھے اب کانوں کے پردے

سنا یہ شور و غل جب دیتیوں نے
قیامت اور ڈھائی سرکشوں نے

جھپٹ کر دائرہ ایسا بنایا
کچھ اس انداز سی گھیرا بنایا

تھا ہونے ہی کو جب آغازِ پیکار
تھیں دونوں چنڈؔ کا ، کالؔی گرفتار

تھیں اس کے ساتھ اُن پر سختیاں بھی
ہوا محصور وہ شیرِ ژیاں بھی

کچھ اس عالم میں رُخ اس طرح پلٹا
کہ اب درپیش منظر اور کچھ تھا

ہوئی بیدار برمہا جب کی شکتی
یہی قدرت دِکھائی وِشنو نے بھی

دکھایا اِندؔر نے شِوؔ جی نے اعجاز
ہوئے یہ دیوتا سب سحر انداز

تھے سوامی کارِتکؔ آمادۂ کار
تھا اُن کے زورِ بازو کا بھی اظہار

تھیں سب کی شکتیاں حسبِ مدارج
انھیں کے پیکرِ نوری سے خارج

انھیں کی شکل و صورت میں ڈھلیں وہ
جدھر تھیں چنڈؔ کا دیوی ، چلیں وہ

تھا جیسا روپ بھی جس دیوتا کا
بنی تھیں شکتیاں اس کا سراپا

تھی جن جن زیوروں سے ان کی زینت
انھیں سے ان کی تھی شان اور شوکت

وہی تھے رُوپ آبھوشن وہی تھے
سواری تھی وہی باہن وہی تھے

چلیں اسُروں سے لڑنے کے لیے سب
یہی تبدیلِ ہیئت کا تھا مطلب

جو برہمانی تھی برہما جی کی شکتی تھی اُن کی ہنس کے اوپر سواری
کمنڈل اکھش مالا ہاتھ میں تھا فقیروں کی طرح بانا تھا ان کا
ہوئی شکتی مہیشور کی ہویدا جنھیں ماہیشوری کہتی ہے دُنیا
سواری بیل کی اُن کو تھی مقبول مزیّن دستِ نازک میں تھا ترشول
محیطِ بازوئے سیمیں تھا اژدر تجلّی ماہِ نو کی تھی جبیں پر
سوار اک مور پر نکلیں کماری جو محبوبہ تھی سوامی کارتک کی
تھا شکتی استر ہاتھوں میں ضیا بار ہوئیں اک خاص صورت سے نمودار
حمایت دیوتاؤں کی تھی مقصود اسی باعث ہوئی تھیں آپ مشہود
جو شکتی وشنو جی کی ویشنوی تھیں وہ رَن میں مائلِ جلوہ گری تھیں
دھنش تھا ہاتھ میں اُن کے گدا تھا نہ تھا چکر اُن کا پیغامِ قضا تھا
قیامت خیز شمشیرِ رواں تھی عجب آوازِ ناقوسِ گراں تھی
جو تھیں نرسنگھ جی کی پاک شکتی ہے جن کا نامِ نامی نارسنگھی
ہوئیں وہ شیرنی بن کر نمودار تھے جنباں بال اُن کے وقتِ رفتار
اِدھر ہلتے تھے چلتے میں اگر بال اُدھر آتا تھا سیاروں میں بھونچال
تھیں شکتی اِندر کی جو اِندرانی جمال و حسن میں اپنی ہی ثانی
ہزار آنکھوں سے بارش نور کی تھی تجلّی یہ تجلّی طور کی تھی
مزیّن ہاتھ میں میں گرزِ گراں تھا بلند ایسا بلند ان کا نشاں تھا
تھی ایراوت کی گردوں فر سواری قیامت پر جو تھا قیامت میں بھاری
بہادر تھیں، جری تھیں، صف شکن تھیں بہم یہ شکتیاں اب حلقہ زن تھیں
قیامت خیز جب آثار دیکھے کہا شِوجی نے آ کر چنڈکا سے
کرو جلدی سے دشمن کا صفایا دکھاؤ اپنی قدرت اپنی مایا
کرو خوش مجھ کو اُن کو خاک کردو ستمگاروں کا قصّہ پاک کردو

کہیں ان کا نشاں باقی نہ رہ جائے — جفا کی داستاں باقی نہ رہ جائے
سدا شِو کا اشارہ یوں جو پایا — دکھائی چنڈکا نے اپنی مایا
ہوئی شکتی اسی وقت اک نمودار — ہوا اُس کا تنِ پاکی سے اظہار
یہ شکتی اک بلائے بے اماں تھی — نشیمن کے لیے برقِ تپاں تھی
بڑی پُر ہول بے خد خشمگیں تھی — بہر صورت قیامت آفریں تھی
تھیں صدہا گیدڑیاں بھی برآمد — تھا حشر انگیز اُن کا شور بے حد
تھی یہ ناقابلِ تسخیر شکتی — تھی یہ اک مخزنِ تنویر شکتی
سدا شِو بھی تھے اس کے پاس موجود — تھے جن کے موئے سر، آلودۂ دُود
ہوئی ان سے مخاطب اور بولی — زبانِ مدّعا شکتی نے کھولی
کہ بھگوان آپ ہی بگڑی بنائیں — نِشمبھ و شمبھ کے لشکر میں جائیں
کہیں اُن سرپھروں سے خودسروں سے — سکون و امن کے غارت گروں سے
ذرا بھی جان اگر ہو اُن کو پیاری — نہیں منظور اگر خود اپنی خواری
تو ہوں پاتال کی جانب روانہ — سمیٹیں اپنا سارا کارخانہ
چلے گا اب یہاں پھر اِندر کا راج — بنیں گے پھر وہ دنیا بھر کے سرتاج
دوبارہ ہوں گے حاوی دیوتا سب — پھر اپنا بھاگ لیں گے یگیہ میں اب
نہ ہو لیکن اگر یہ ان کو منظور — جو اپنے زوروطاقت پر ہوں مغرور
اگر منظور ہو جنگ آزمائی — اگر مطبوعِ خاطر ہو لڑائی
تو پھر تیار ہوں میداں میں آجائیں — ہیں یہ جو گیدڑیاں ان کو کھا جائیں
مٹائیں بھوک نوشِ جاں بنا کر — ہوں آسودہ انھیں فی الفور کھا کر
جو شِو کو دُوت یوں اپنا بنایا — لقب دیوی نے شِو دُوتی کا پایا
دیا شِو جی نے جب پیغام جا کر — بنا انگارہ دشمن تمتما کر
کیا صبر و سکوں کا چاک پردہ — جھپٹ کر کردیا دیوی پہ حملہ

شرارے[۱] شکت سے رشٹی[۲] سے برسائے
یہ سب ہتھیار بے دردی سے برسائے

سناں ، شمشیر ، نیزے ، تیغ ، خنجر
گرے آ آ کے سب جسمِ حسیں پر

مگر دیوی نے سب کو کاٹ ڈالا
بلائے بے اماں کو سر سے ٹالا

ادھر کالی کا بھی حربہ تھا جاری
تھی دشمن کے لہو سے لالہ کاری

کبھی نیزہ ، کبھی چلتی تھی تلوار
وِغا میں دیدنی تھی ان کی رفتار

جدھر سے ہو کے برہمانی گزرتیں
صفِ اغیار پردم سحر کرتیں

کمنڈل سے چھڑک دیتی تھیں پانی
عمل کرتی یہ بہرِ جاں ستانی

تھی غائب دشمنوں کی اس سے طاقت
جلال و رعب ہو جاتا تھا رخصت

چلا ترشول جب ماہیشوری کا
ہزاروں دشمنوں کو چھید ڈالا

کیا پھر ویشنوی نے چکر سے وار
ہزاروں کو کیا اس طرح فی النار

چلائی شکت کوماری نے اپنی
ہوئیں برباد فوجیں دشمنوں کی

چلیں جب اِندرانی بہرِ پیکار
کیا گرزِ گراں سے پے بہ پے وار

ہزاروں دانووں کو مار ڈالا
سنبھالا سانہ لے پائے سنبھالا

لہو گو جنگ میں برسار ہے تھے
مگر بے موت مارے جارہے تھے

شجاعت آزمائی ہورہی تھی
لڑائی سی لڑائی ہورہی تھی

کیا دانتوں سے باراہی نے حملہ
تھا جس سے زخم زخم اعدا کا سینہ

ہوئے اکثر دہن کی زد سے پامال
بہت تھے چکر کے چلنے سے بے حال

اجل کے گھاٹ اتارے جارہے تھے
بڑی سختی سے مارے جارہے تھے

تھے ناخن نارسنگھی کے کہ خنجر
قیامت ڈھارہے تھے دیتیوں پر

بنے صدہا نوالہ ان کے منہ کا
اسُر جو تھا وہ دیوی کی غذا تھا

گرج کر چارسو تھیں وہ خراماں
صدائے قہر تھی محشر بداماں

۱، ۲ ہتھیاروں کے نام

زمین و آسماں تھرّا رہے تھے — طبق جتنے تھے الٹے جا رہے تھے
لگایا ایسا شِو دوتی نے ٹھٹّھا — کہ اس سے اور بھی محشر بپا تھا
گرایا تیرہ کو شوں کو سرِ خاک — ہر اک ناپاک کا قصّہ کیا پاک
تھیں جتنی دیویاں سب خشم گیں تھیں — برنگِ زلف برہم ہو رہی تھیں
قیامت دیتّیوں پر آرہی تھی — تھی جتنی فوج بھاگی جارہی تھی
جو دیکھا اپنی فوجوں کو گریزاں — اسُر اِک رکتّ بیج آیا پریشاں
وِغا میں فوج بے حد لے کر آیا — یہ دریا قلبِ لشکر میں در آیا
عجب کچھ شکل تھی صورت تھی اس کی — بہت حیرت فزا ہیئت تھی اس کی
جو گرتا جسم سے اک خوں کا قطرہ — اسُر ہوتا تھا اک اور اس سے پیدا
ہوا وہ اِندرانی سے صف آرا — اٹھا کر اُس نے اُن پر گرز مارا
انھوں نے بھی کیا حملہ جوابی — مگر اس کا نتیجہ تھا خرابی
اسُر کے جسم سے فوراً گرا خون — بنے اس سے ہزاروں اور ملعون
لہو کے بوند جتنے گر رہے تھے — نمایاں اور اسُر ہوتے تھے اُن سے
بڑے جرّار تھے بے حد جری تھے — یہ سب مشّاقِ فنِ صفدری تھے
سرِ میداں یہ برساتے تھے ہتھیار — جھپٹ کر دیویوں پر کردیا وار
کچھ ایسا ہاتھ اِندرانی نے چھوڑا — حباب آسا سر اُس بدخُو کا پھوڑا
بہا اُس سے بھی اک دریا لہو کا — قیامت زا تھا ہر قطرہ لہو کا
ہزاروں اور اسُر اب محوِ شر تھے — ستمگر تھے بڑے بیداد گر تھے
چلایا ویشنوی نے چکر اپنا — کیا وار اِندرانی نے پھر ایسا
کہ ہوتا رکتّ بیج اک آن میں زیر — مگر برپا کیا اُس نے وہ اندھیر
بلا ٹالی یہ تدبیر و عمل سے — کیا سودا نہ ہستی کا اجل سے
بدن سے خون کا فوّارہ چھوٹا — کسی دریا کا گویا بند ٹوٹا

اسُر پھر ہوگئے اس سے نمودار — توانا، زورور، مضبوط، جرار

چڑھ آئے ہرطرف سے خیل درخیل — انڈتا تھا یہ دریا سَیل در سَیل

ادھر تھے ہر طرف سے وارہی وار — ہوا گرم اور بھی میدانِ پیکار

اگر شکتی تھی کوماری کی جانسوز — تو باراہی کا خنجر تھا جگر دوز

بلا ترشول تھا ماہیشوری کا — تھا ہیبت ناک باناصفدری کا

ہوا جب رکت بیج اس طرح لاچار — کیا اس نے بھی سب پرگرز سے وار

مگر جب خون گرتا تھا زمیں پر — نکل پڑتے تھے لاکھوں اور صفدر

جو دیکھی دیوتاؤں نے یہ حالت — ہوئے ان کے حواس و ہوش رخصت

بہت سفاک سے تنگ آگئے تھے — اسُر سب دیویوں پر چھا گئے تھے

ہوا جب چنڈکا کو علم اس کا — ہوئیں فی الفور کالی جی سے گویا

تمھارا نام چامنڈا ہے کالی — ہے بانا خوب، سج دھج ہے نرالی

تم اپنا منہ دمِ پیکار پھیلاؤ — گرے جو خونِ دشمن اُس کو پی جاؤ

اسُر ہوتے رہیں پھر بھی جو پیدا — کرو تم ان کا دنیا سے صفایا

انھیں کھاجاؤ تم فوراً چبا جاؤ — قطار اندر قطار ان کو اُڑا جاؤ

جو اس صورت سے کردوگی صفایا — نشاں ان کا نہ اک باقی رہے گا

جواس صورت سے نوشِ جاں کروں گی — تباہی کا بہم ساماں کروں گی

ہوئیں یوں چنڈ کا پھر محوِ پیکار — کیا ملعون پر ترشول سے وار

لہو کی دھار چھوٹی اس کے تن سے — تھا فوّارہ سااک جاری بدن سے

مگر کالی نے پی ڈالا یہ سب خون — پریشاں تھا اب اس منظر سے ملعون

جھپٹ کر اُس نے اِن پر گرز مارا — مہا مایا پہ یوں غصہ اتارا

ہوئی اس سے نہ کچھ دیوی کو ایذا — اُسی کے تن سے بے حد خون نکلا

پیا کالی نے وہ سب خون اس کا — ہوئے تھے جو اسُر اور اس سے پیدا

انھیں بھی کرگئیں چٹ، کھاگئیں وہ
نہایت جوش میں اب آگئیں وہ
اُدھر سے چنڈکا نے کردیا وار
چلائے بجر ، بھالے ، تیر ، تلوار
چلاکر ''رشٹی'' ہر جانب سے گھیرا
تھا طاری اک اندھیر اسا اندھیرا
وِغا سے رکت بیج اب آگیا تنگ
رہا باقی نہ بچنے کا کوئی ڈھنگ
بالآخر پیش آئی شکلِ انجام
لڑائی میں وہ ظالم آگیا کام
بدن سب اسلحہ سے چھد گیا تھا
سرِ میداں وہ اب مُردہ پڑا تھا
ہوا یوں ختم اس کا خون سارا
اسُر کوئی نہ پھر ہو تا تھا پیدا
بہت مسرور اس سے دیوتا تھے
سراپا پیکرِ حمد و ثنا تھے
لہو پی کر ہوئی تھیں دیویاں سیر
ہوا تھا اُن کے ہاتھوں یہ اسُر زیر
وہ شاداں تھیں سراپا خرمی تھیں
سرِ میداں خوشی سے ناچتی تھیں

نواں ادھیائے

سوال اب تھا سُرتھ کا یہ رشی سے
مخاطب تھے مجسّم روشنی سے

کہ اے سرکار ! اے دانندۂ راز
فقیرِ باکمال اے مردِ ممتاز

دکھا کر ان کی شوکت، ان کا اجلال
سنایا آپ نے دیوی کا سب حال

بیاں فرمائی حیرت زا کہانی
فنائے رکت بیج تیرہ دل کی

یونہی پھر مہرباں خادم پہ رہئے
اب اس کے بعد کا بھی حال کہئے

ہوا جب رکت بیج اس طرح پامال
نشمبھ و شمبھ کا پھر کیا ہوا حال

بیاں فرمائیں ان کی داستاں سب
بتائیں اس کے معنی اُس کا مطلب

رشی نے دیکھ کر راجہ کا یہ ذوق
سنایا حال آگے کا بصد شوق

ہوا جب رکت بیج اس طرح معدوم
ہوا یوں زندگی سے اپنی محروم

ہوئی برباد جب یوں فوج اس کی
نشمبھ و شمبھ کی حالت عجب تھی

نظر آئی جب اپنی فوج پامال
نشمبھ انگارے کی صورت ہوا لال

اکٹھا کر لیا پھر اُس نے لشکر
ہوا دیوی پہ فوراً حملہ آور

اُمنڈ آئے اُسر یہ ہر طرف سے
کبھی آگے کبھی پیچھے سے لپکے

ہزاروں کوہ پیکر مردِ جرّار
نہایت بے جگر فوجوں کے سردار

چبا کر ہونٹ اب صرفِ وِغا تھے
لباسِ زندگانی میں قضا تھے

قیامت شمبھ خود بھی ڈھا رہا تھا
مہا مایا پہ چھایا جا رہا تھا

ہوئی تیروں کی بارش چارسو سے
زمیں کا فرش لت پت تھا لہو سے

چلائے دیتیوں نے جس قدر تیر — کیے دیوی نے سب محرومِ تاثیر
تھے ناوک جتنے سب کو کاٹ ڈالا — زمیں کو دیتیوں سے پاٹ ڈالا
نشمبھ آیا پھر اک تلوار لے کر — نہایت خونچکاں ہتھیار لے کر
لشکتی تھی سرِ سینہ سپر بھی — پھر اتھا اس کا دل بھی اور سر بھی
بپھر کر بن گیا اک شعلۂ نار — کیا دیوی کے[1] باہن شیر پر وار
مگر دیوی نے ہمّت آزمائی — "کھشتر[2] پراک" دوڑ کر ایسی چلائی
کہ دو ٹکڑے ہوئی دشمن کی تلوار — کیا ملعون کے حربے کو بے کار
جو تھی اک "اشٹ چندرک[3]" نام کی ڈھال — بنی تیروں سے چھد کر وہ بھی غربال
چلائی شکتی اب دشمن نے اُن پر — مگر وہ بھی ہوئی بیکار یکسر
سرِ میداں پڑی تھی پارہ پارہ — عجب دلچسپ تھا اس کا نظّارہ
چلایا اب نشمبھِ خوار نے شوُل — مگر وہ بھی تھا زائل حسبِ معمول
اُسے دیوی نے لے کر پیس ڈالا — بنا سُرمہ یہ اُس خودسر کا بھالا
گدا سے پھر کیا مردود نے وار — ہوا دیوی کے ہاتھوں وہ بھی فی النار
نشمبھ اب لے کے پھرسا اُن پہ دوڑا — کیا دیوی نے فوراً اس کو پسپا
زمیں کا فرش ظالم بن گیا اب — نہ اس میں زور کچھ باقی رہا اب
جو یوں بھائی کو خستہ حال دیکھا — برنگِ سبزۂ پامال دیکھا
ہوا شمبھ ان پہ فوراً حملہ آور — بڑھا رَن میں وہ لے کر اپنا لشکر
سوار اِک رتھ پہ تھا باشوکت و شان — کیا گرم اس نے ہتھیاروں سے میدان
یہ سب ہتھیار بھاری تھے گراں تھے — یہ ہیئت میں بلائے جاں ستاں تھے
بجائیں اس کی لمبی تھیں فلک رس — تھے بازو اس کے یا بازوئے کرگس
وہ جب میدان میں اس طرح آیا — مہامایا نے شنکھ اپنا بجایا
جو کھینچا آپ نے چلّہ کماں کا — جگر تھرا رہا تھا آسماں کا

۱ سواری ۲ کھشتر پراک، ایک قسم کی شکتی ۳ آٹھ چاند والی ڈھال

بجے اس زور سے دیوی کے گھنٹے
پھٹے کانوں کے پردے شور وغل سے
جو دیکھا سر پہ طوفانِ مصائب
حواس و ہوش تھے دشمن کے غائب
جلال اس وقت رخصت ہو چکا تھا
ہوئی مدّت مقدّر سو چکا تھا
گرج تھی شیرِ غرّاں کی قیامت
عدو کے ہاتھیوں کی آئی شامت
غل اس کا تھا زمین و آسماں میں
تھی گھبراہٹ کُل اطرافِ جہاں میں
عدو کی فوج کو دے دے کے جھٹکے
مہامایا نے دونوں ہاتھ پٹکے
ہوا اک شور اس سے اور برپا
پڑا پہلے کا غل کچھ اس سے دھیما
جو شِو دوتی نے اب نعرہ لگایا
مخالف پر بلا کا خوف چھایا
غضب میں شمبھ جب دیوی پہ جھپٹا
کڑک کر امبکا نے اس کو ڈپٹا
کھڑا رہ، آگئی ہے تیری شامت
بپا کر دوں گی میں تجھ پر قیامت
یہ سُن کر دیوتاؤں کا بڑھا دل
ہوا ان کو سرورِ خاص حاصل
تھا جے جے کا بپا چاروں طرف غل
فلک سے ہو رہی تھی بارشِ گُل
چلائی شمبھ نے اس وقت شکتی
بڑی پُر ہول، بجلی سی چمکتی
پہاڑ اک آگ کا شکتی تھی گویا
اسے اپنی طرف آتے جو دیکھا
مہامایا نے بھی قدرت دِکھائی
مُہلکا نام کی شکتی چلائی
اسُر کی شکلت اُس سے کاٹ ڈالی
گیا خود سر کا یہ بھی وار خالی
برنگِ شیرِ نر اب شمبھ گرجا
بپا اس سے ہوا کچھ شور ایسا
کہ فوراً ہر سہِ عالم کانپ اُٹھے
ہوئے دہشت سے بے دم، کانپ اُٹھے
"بزنؔ" کا شور ساری فوج میں تھا
بلا کا زور ساری فوج میں تھا
تھا دریا کی طرح برپا تلاطم
گرج تھی شمبھ کی اُس شور میں گُم
اُدھر سے شمبھ نے تیرا فگنی کی
اِدھر سے کاٹ کرتیں اُس کا دیوی
چلائیں اُس پہ لاکھوں تیر دیوی
بنا دیتیں اُسے نخچیر دیوی
مگر وہ تیر اُن کے کاٹ دیتا
معاً میداں کو اُن سے پاٹ دیتا

لے بزن کا شور=معنی مارو مارو، کاٹو کاٹو کا شور

کیا دیوی نے اب ترشول سے وار — ہوئی ظالم کی ہر تدبیر بیکار
وہ زخمی ہو کے اب فرشِ زمیں تھا — اب اُس کو ہوش بھی باقی نہیں تھا
نِشمبھ اس وقت پھر لڑنے کو آیا — بہت غصّے سے ظالم کٹکٹایا
کماں سے اس نے کی تیروں کی بوچھار — لپک کر شیر پر بھی کردیا وار
کیا اب شمبھ نے دیوی کو محصور — مسلّح چکر سے تھا دیوِ مغرور
تھے بازو دس ہزار اس وقت اس کے — فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے
مگر تھیں بھگوتی دُرگا بھی تیّار — وہ دُرگا دُور تھا جن سے ہر آزار
چلائے تیر ایسے دم زدن میں — بپا تھا حشر سا اِک حشر رَن میں
چلائے تیر جتنے بھی عدو نے — کیے چکروں سے حملے زشت خُو نے
مہا مایا نے اُن کو کر دیا ردّ — پشیمانی ہوئی ظالم کو بے حد
نِشمبھ خوار کو پھر طیش آیا — جھپٹ کر اُس نے گرز اپنا گھمایا
تھیں اس کے ساتھ بے تعداد فوجیں — یہ فوجیں تھیں کہ تھیں دریا کی موجیں
اُٹھائی اب مگر دیوی نے تلوار — نہایت تیز تھی تلوار کی دھار
کیا گرزِ گراں کو ٹکڑے ٹکڑے — اماں پھر بھی نہ پائی اس بلا سے
بڑھا آگے وہ پھر ترشول لے کر — تھا ہونے کو وہ فوراً حملہ آور
کہ دیوی نے لپک کر کردیا وار — جگر دشمن کا تھا اور اُن کی تلوار
چھدا اِک آن میں دُشمن کا سینہ — مگر تھا اور ہی اس کا قرینہ
نمودار اس سے تھا اک دیوِ قہّار — جسامت میں پہاڑوں کے تھے آثار
کھڑی رہ کہہ کے وہ دیوی پہ جھپٹا — چلا لیکن نہ جادو اُن پہ اُس کا
مہامایا نے اِک ٹھٹھا لگایا — مذاق اس کی حماقت کا اڑایا
کیا اس طرح کچھ شمشیر سے وار — ہوا محروم گردن سے وہ بدکار
جُدا سر دھڑ سے تھا اب اس کا رن میں — بنا فرشِ زمیں وہ دم زَدن میں
بڑھا دیوی کا وہ شیرِ ژیاں اب — کیا دشمن کو اس نے نوشِ جاں اب

اُٹھا کر لاش جبڑوں سے دبائی بڑے خونخوار دانتوں سے چبائی
ہزاروں اور اسُر یونہی تھے پامال زمین اُن کے لہو سے ہوگئی لال
غذا کالی نے بھی اُن کو بنایا مزے لے لے کے شِوُدوتی نے کھایا
تھے کوماری کے ہاتھوں بیشتر ختم تھیں رمبھانی سے افواجِ دگر ختم
فنا کرتی تھیں وہ پانی چھڑک کر اجل کا چل رہا تھا ایک چکّر
جو ہاتھی رہ گئے بانئ بیداد کیا ماہیشوری نے اُن کو برباد
بنایا کچھ کو باراہی نے مردود ہوئے دانتوں سے پس پس کر وہ نابود
چلایا ویشنوی نے چکر اپنا نہ باقی اس کا اک ٹکڑا بھی رکھّا
چلایا گرز اپنا ایندری نے ہوئے لاکھوں کے ٹکڑے ٹکڑے سینے
کسی کی جان پر ڈر سے بنی تھی لبوں پر آ گیا دم جاں کنی تھی
کسی کا خاتمہ کرتے تھے ہتھیار کوئی ہوتا تھا شِو دوتی سے فی النار

کوئی اب شیرِ غرّاں کی غذا تھا
اجل کا سب پہ جادو چل رہا تھا

دسواں ادھیائے

نشمبھِ فتنہ جو جب ہوگیا ختم — یہ دیوِ زشت خو جب ہوگیا ختم
نہ تھی حد شمبھ کے غیظ و غضب کی — حدیں سب توڑ دیں اس نے ادب کی
مہامایا سے بولا کٹکٹا کر — غضب سے گھور کر آنکھیں دکھا کر
عبث ہے زور و طاقت پر تمھیں ناز — سراپا مکر ہو تم پیکرِ آز
یہ کیا لڑتی ہو بل پر دوسروں کے — کہ جودھا جنگ کب کرتے ہیں ایسے
لڑو خود اپنے بل پر تم تو جانوں — بہادر کیا اِسی برتے پہ مانوں
اکیلے ہاتھ تم اپنے دِکھاؤ — لڑو یوں مجھ سے یوں جنگ آزماؤ
جواب اس کو دیا دیوی نے فوراً — ذلیل اُس کو کیا دیوی نے فوراً
ہے تو جاہل ، ہے تجھ کو کچھ خبر بھی — ہے تو قدرت سے میری بہرہ ور بھی
سِوا میرے کہیں ہے بھی کوئی اور — میں واحد ہوں بہر صورت بہر طور
ہیں سب میری یہ جتنی شکتیاں ہیں — مری ہی ذاتِ یکتا سے عیاں ہیں
یہ میری نقل ہیں میں ان کی ہوں اصل — یہ ہو جاتی ہیں میری ذات میں وصل
تھے جب یہ لفظ دیوی کی زباں پر — ملیں سب شکتیاں اُن میں سمٹ کر
اکیلی رہ گئی تھیں امبکا اب — وہی تھیں جنگ میں جلوہ نما اب
یہ بولیں دشمنِ ہنگامہ جو سے — لعیں سے بدعمل سے زشت خو سے
میں اب تک شکتیوں میں رونما تھی — ادا اُن کی جو تھی میری ادا تھی
مگر اب رہ گئی ہوں خود میں تنہا — مجھے اب دیکھنا ہے زور تیرا

سنبھل جا سوچ لے ہُشیار ہو جا
کمر بستہ پئے پیکار ہو جا

یہ منظر دیوتا سب دیکھتے تھے
تھا اچھا یا بُرا سب دیکھتے تھے

بس اتنے میں ہوئی پھر جنگ آغاز
مقابل آ گیا دیوِ فسوں ساز

چلے دونوں طرف سے تیر پر تیر
سناں ، خنجر ، تبر ، سوفار ، شمشیر

لڑائی میں قیامت کا سماں تھا
زمیں لرزاں تھی، جُنباں آسماں تھا

چلائے جس قدر دیوی نے ہتھیار
کیے اک آن میں دشمن نے بیکار

کیا جن استروں سے شمبھ نے وار
ہوئے دیوی کی اِک ''ہُوں'' سے وہ فی النّار

ہوا دشمن وہ اب بے حد غضب ناک
تھا اس کا دامنِ صبر و سکوں چاک

پیاپے اس نے کی تیروں کی بوچھار
ہوا وہ آگ کی صورت شرربار

اِدھر دیوی کو بھی اب طیش آیا
برنگِ شعلہ چہرہ تمتمایا

کچھ ایسی باڑھ تیروں کی چلائی
قیامت دشمنِ بدبیں پہ ڈِھائی

جو ہم پلّہ تھی قوسِ آسماں کے
پرخچے اُڑ گئے اس کی کماں کے

چلائی اس نے اب اک خاص شکتی
مگر دیوی نے وہ بھی کاٹ ڈالی

سیہ باطن نے پھر بھی جی نہ چھوڑا
ستم بے حد مہامایا پہ توڑا

وہ دوڑا لے کر اب اک خاص تلوار
شعاعِ مہر کی صورت ضیا بار

تڑپ اک جذبۂ پامال میں تھی
قیامت کی تجلّی ڈھال میں تھی

کیا دیوی نے دونوں کا صفایا
معاً کافور کی صورت اُڑایا

اَسُر کے سارتھی کو مار ڈالا
شریکِ گمرہی کو مار ڈالا

عدم کو اس کے گھوڑے تھے روانہ
کہیں بھی اب نہ تھا ان کا ٹھکانہ

کماں کے ہو گئے پھر ٹکڑے ٹکڑے
ہوا میں چار جانب اُڑ رہے تھے

وہ مگدر لے کے اب دیوی پہ جھپٹا
مہامایا نے لیکن اس کو ڈپٹا

کیا دیوی نے اس کو بھی دوپارہ
عجب اس وقت تھا رن کا نظارہ

زیادہ اور بھی غصّہ چڑھا اب
وہ گھونسا تان کر آگے بڑھا اب

تھا اس گھونسے کا ایسا ہی قرینہ
ہوا مضروب کچھ دیوی کا سینہ
پلٹ کر کردیا دیوی نے بھی وار
تھی اس پر تھپڑوں کی پے بہ پے مار
نہ ظالم تھپّڑوں کی تاب لایا
ہوئے گُم ہوش اس کے چکّر آیا
گرا دھڑ سے شجر آسا زمیں پر
مگر پھر اُٹھ پڑا فوراً سنبھل کر
کیا دیوی پر اس نے اک نیا وار
جھپٹ کر کر لیا ان کو گرفتار
بٹھا کر جبر سے دوشِ گراں پر
اُڑا وہ لے کے ان کو آسماں پر
وہاں بھی اس پہ تھیں سرکار حاوی
قیامت بن گئی جنگِ سماوی
تھے جتنے سِدھ[1] بھی جتنے مُنی تھے
سراپا معرفت تھے آگہی تھے
انھوں نے جب یہ دیکھا جنگ کا ڈھنگ
اُڑے ہاتھوں کے طوطے ہوگئے دنگ
تھی یہ پہلی ہی جنگِ آسمانی
بلا کی اس میں تھی آتش فشانی
لڑائی یہ رہی دونوں میں تا دیر
نہ کوئی بھی کسی سے ہو سکا زیر
مگر دیوی نے بدلا پینترا جب
اَسُر کی آگئی یعنی قضا جب
زبر دستی شکنجے میں جکڑ کر
اُچھالا اس کو دیوی نے پکڑ کر
غشی طاری ہوئی مردِ لعیں پر
پھر اس کو لا کے دھر پٹکا زمیں پر
مگر تھی جسم میں اس کے گرانی
ابھی تھی اس میں کافی سخت جانی
وہ گھونسا تان کر پھر اُن پہ لپکا
یہ جی میں ٹھان کر پھر اُن پہ لپکا
کسی صورت سے کردوں زیر اُن کو
نہ جینے دوں بس اب تا دیر ان کو
مگر دیوی نے اس کا وار ٹالا
کچھ اِس صورت سے مارا اُس پہ بھالا
زمیں پر گر پڑا بے حال ہو کر
نہ جاں بر ہوسکا پامال ہو کر
وہ ایذا تھی کہ رخصت ہوگئے ہوش
تڑپ کر ہوگیا فی الفور خاموش
گیا سوئے عدم مردِ تنومند
ہوئیں آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند
زمیں اس وقت کانپی جا رہی تھی
فلک پر تھرتھری سی چھا رہی تھی

[1] سدھ یعنی کامل

سمندر کی تھی اک اک موج لرزاں — تھے کوہِ آسماں آثار جنباں
جزیروں کا کلیجا ہل رہا تھا — برنگِ موجِ دریا ہل رہا تھا
ہلاکت ہوگئی جب یوں اثر کی — ہر اک نے سانس اطمینان سے لی
تھی اک دنیا مصیبت میں گرفتار — ہوا کافور اب اس کا ہر آزار
جب اس کا دامنِ ہستی ہوا چاک — فضائے آسمانی ہوگئی پاک
فساد و شر کا یکسر خاتما تھا — غبارِ فتنۂ پیہم ہوا تھا
نجات اب برہمی سے پا گئے تھے — حدوں میں اپنی دریا آ گئے تھے
تھا ہر اک دیوتا بشاش مسرور — مئے عشرت سے تھے گندھرب مخمور
چھڑا تھا ہر طرف سازِ مسرت — تھی خلدِ گوش آوازِ مسرت
ہزاروں ساج ہر سو بج رہے تھے — خوشی کے شادیانے بج رہے تھے
تھیں محوِ رقصِ پیہم اپسرائیں — چلیں فرحت فزا دلکش ہوائیں
فروزاں ہوگئی پھر یگیہ کی آگ — کسی کو بھی کسی سے تھی نہ اب لاگ
بپا تھا ایک مدت سے جو کہرام — تھی اب تک جاں گُسل جو شورشِ عام

اب اس کا خاتمہ تھا انتہا تھی
پریشانی تھی جو پا در ہوا تھی

گیارھواں ادھیائے

رشی میدھانے کی اب گلفشانی — ہوئے یوں مائلِ معجز بیانی
ہوا جب شُمبھ دُنیا سے روانہ — بنا تیرِ قضا کا جب نشانہ
ہوئے سب دیوتا بشّاش و مسرور — شرابِ عیش و عشرت سے ہوئے چور
مہامایا کا تھا ان سب پہ احسان — تنِ مُردہ میں اُن کے آگئی جان
لبِ گویا پہ دیوی کی ثنا تھی — دلِ ممنونِ احساں کی صدا تھی
ادائے شکر میں تھے سر خمیدہ — تھے فرطِ خرمی سے آبدیدہ
قیادت اِندر اگنی کر رہے تھے — مہامایا کی بھگتی کر رہے تھے
یہ استت حمد یہ وردِ زباں تھی — یہ استت حاصلِ حسنِ بیاں تھی
جگت ماتا بھوانی پاک کالی — شرن[1] شرناگتوں[2] کو دینے والی
پناہِ ذات والا میں جو آیا — کیا غم دُور دُکھ اس کا مٹایا
کرم فرمائیں ہم پر جاوداں آپ — رہیں ہم سب پہ دائم مہرباں آپ
ہیں فرزند آپ کے سب آپ ماں ہیں — بساط آرائے ہرکون ومکاں ہیں
جہاں کی مالکہ وشویشوری ہیں — ہمیشہ مائلِ جلوہ گری ہیں
جو محوِ بارشِ الطاف ہوجائیں — تحفّظ دوجہاں کا آپ فرمائیں
اچل[3] کی چل[4] کی مالک آپ ہی ہیں — یہ جل کی تھل کی مالک آپ ہی ہیں

---

[1] شرن یعنی پناہ [2] شرناگت، پناہ میں آیا ہوا [3] اچل یعنی غیر متحرک [4] چل یعنی متحرک

ہیں بنیاد آپ ہی دونوں جہاں کی ہیں خلاّق اس زمیں اس آسماں کی
ہے جلوہ آپ ہی کا پرتھوی میں تجلّی آپ کی ہے ہر کسی میں
سراپا زور و طاقت آپ ہی ہیں یہ جرأت اور ہمّت آپ ہی ہیں
سمندر کی روانی آپ ہی ہیں ہر اک صورت میں پانی آپ ہی میں
بڑے جوہر بڑے کردار والی فقط ہے آپ ہی کی ذاتِ عالی
بنا خود پرورش کی ڈالتی ہیں خبر لیتی ہیں ، سب کو پالتی ہیں
تجلّی وشنوجی کی آپ میں ہے یہ شکتی وِشنو جی کی آپ میں ہے
ہے ذاتِ پاک سے دُنیا یہ مسحور ہوں سب بے فکر اگر ہوں آپ مسرور
یہ جتنے علم ہیں سب آپ سے ہیں یہ جتنے فن ہیں جلوے آپ کے ہیں
نسائی حُسن میں جلوہ نما ہیں یہ ساری عورتیں جزو آپ کا ہیں
ہیں واحد آپ یکتائی سراپا ہیں تنہا دو جہاں میں جلوہ فرما
سِوا اس کے کریں کیا استتی اور سزاوارِ ستائش ہیں بہر طور
ہیں جانداروں کے تن میں آپ ہی جان ہیں سارے پرانیوں کی آپ ہی پران
ہے استت آپ کی جس کی زباں پر بشر فائق ہے وہ دونوں جہاں پر
اُسے آرامِ جنّت بخشتی ہیں اسے مکتی کی دولت بخشتی ہیں
نہیں یارا زبانِ ملتجی کو کہاں سے لائیں طاقت استتی کو
یہ سب فہم و فراست آپ سے ہے یہ سب عقل و ذہانت آپ سے ہے
بنادیتی ہیں جنّت میں ٹھکانا عطا کرتی ہیں مکتی کا خزانا
ہے ماتا آپ کا نارائنی نام ہمارا آپ کو ہر وقت پر نام
کلاہیں کا شٹھا ہیں آپ سرکار کہ ہر جاندار کو کرتی ہیں فی النّار
فنا کرنے کی طاقت آپ میں ہے کرامت یہ، یہ قدرت آپ میں ہے
ہے سجدہ آپ کا فرضِ مقدم ہم اے نارائنی کرتے ہیں سرخم

وسیلہ بہتری کا آپ ہی ہیں | ہر اک غم کا مداوا آپ ہی ہیں
مقاصد کی ہے تکمیل آپ ہی سے | مُرادوں کی ہے تحصیل آپ ہی سے
سراپا مورتی کلیان کی ہیں | مہامایا نرالی شان کی ہیں
شرن کی دینے والی ، پاک دیوی | ہیں تین آنکھوں کی مالک آپ گوری
ہوائے نارائنی منظور پرنام | خمیدہ سر ہے سجدے میں بہر گام
ہیں ماتا خالقِ کون و مکاں آپ | ہیں بس پروردگارِ دوجہاں آپ
فنا کی دسترس ہے آپ ہی میں | یہ قدرت ہر نفس ہے آپ ہی میں
ہے ذاتِ پاک ذاتِ جاودانی | نہیں اِک نقش بھی موہوم و فانی
ہر اِک جوہر کی ہیں سرکار بنیاد | یہ عالم رنگ و بُو سے ہے جو آباد
نظر کے سامنے ہے آپ ہی سے | عیاں ہے آپ کی چابکتری سے
صفاتِ بے کراں سے متّصف ہیں | ضیا بخشِ نگاہِ معترف ہیں
ہے لب پر آپ کا نارائنی نام | ادب سے آپ کو کرتے ہیں پرنام
مصیبت میں جو ہوتا ہے گرفتار | ستاتا ہے جسے بھی کوئی آزار
اسے فکروں سے دیتی ہیں فراغت | ہے فرض اک آپ کا اس کی حفاظت
امان وامن اس کو بخشتی ہیں | خبر گیرایک اس کی آپ ہی ہیں
ہماری آپ ہی نارائنی ہیں | ہم اے ماتا سراپا بندگی ہیں
نظر میں ہے سراپا آپ ہی کا | ہے برھمانی میں جلوہ آپ ہی کا
یہ زیبائی یہ رعنائی ہے کس میں | وِمان[1] ایسا جتے ہیں ہنس جس میں
اُسی پر مائلِ جلوہ فشانی | چھڑکتی ہیں "کُشا" سے آپ پانی
نہایت عاجزی سے آبدیدہ | ہم اے نارائنی ہیں سرخمیدہ
کبھی ماہیشوری نام آپ کا ہے | فنائے دوجہاں کام آپ کا ہے

[1] وِمان یعنی ہوائی جہاز

جب اس صورت سے ہوتی ہیں نمودار جبیں پر چاندرہتا ہے ضیا بار
لپیٹے سانپ جسم نازنیں میں فنا آثار اندام حسیں میں
مزیّن ہاتھ میں رہتا ہے ترشول سواری بیل کی ہوتی ہے مقبول
ہے جلوہ آپ کا جلوہ ساجلوہ ہم اے نارائنی ہیں سر بہ سجدہ
عجب انداز سے جلوہ بداماں ہیں کوماری کی صورت میں نمایاں
پسندِ دل سواری مور کی ہے بہت بلوان ہیں طاقت بڑی ہے
گناہوں سے مبّرا پاک بے عیب ہیں معبودِ زمانہ آپ لاریب
ہے اے نارائنی تعظیم سوبار ہے اے نارائنی تکریم سوبار
ہیں شکتی وشنو جی کی آپ ماتا ہے دنیا بھر میں جلوہ آپ ہی کا
مسلّح چکر سے گرزِ گراں سے قیامت بار ناقوس و کماں سے
کرم فرمائیں اے نارائنی آپ کریں ہر وقت اظہارِ خوشی آپ
مسرّت آپ سے ہو آشکارا نمسکار آپ کو دیوی ہمارا
ہے باراہی میں جلوہ آپ ہی کا ہے یہ صورت، یہ نقشہ آپ ہی کا
مہا چکر آپ کا ہے پاک ہتھیار ہیں یہ دانت آپ کے جو رفعت آثار
اُنھیں پر ہے زمیں کا بوجھ سارا وہی ہیں ہر دو عالم کا سہارا
بھلائی کرنے والی آپ ہی ہیں زمانے بھر کی ماں نارائنی ہیں
ہے تعظیم آپ کی پیش وعقب سے خمیدہ فرق ہے فرطِ اَدب سے
ہیں نرسنگھی کے قالب میں نمودار ہے خال وخد سے اک ہیبت کا اظہار
حفاظت دوجہاں کی آپ سے ہے جو صورت ہے اماں کی آپ سے ہے
ہلاکت آپ سے ہے دیتیوں کی تباہی آپ سے ہے خود سروں کی

کیا کرتے ہیں تعظیم آپ کی ہم
ادا کرتے ہیں تکریم آپ کی ہم

ہیں شکتی اِندر کی آپ اندارنی — مکٹ سر کا ہے عظمت کی نشانی
ہزار آنکھوں سے ہے چہرہ مزیّن — یہ شمعیں ہر زمانے میں ہیں روشن
لیے ہیں ہاتھ میں گرزِ گراں آپ — مسلّط ہیں بہ رنگِ آسماں آپ
اسُر جو سرپھرا تھا زِشت کردار — ہوا دستِ مقدّس سے وہ فی النّار
ہم اے نارائنی داس آپ کے ہیں — عقیدت سے سراپنا خم کیے ہیں
ہیں شِودوتی بھی مورت آپ ہی کی — ہے قدرت ان کی قدرت آپ ہی کی
ازل سے دیتیوں کو جو ملی تھی — وہ طاقت آپ ہی نے ختم کردی
جلالِ بے کراں ہیبت مجسّم — ہیں لرزاں آپ سے اقصائے عالم
قیامت خیز ہیں کچھ شبد ایسے — گرج کر پھاڑ دیتی ہیں کلیجے

ہیں دنیا بھر کی ماں نارائنی آپ
ہیں مسجودِ جہاں نارائنی آپ

نہایت تیز دانتوں کو نکالے — گراں قامت میں ایسے جیسے بھالے
بڑی پُر ہول صورت سے نمایاں — بڑی جانکاہ ہیبت سے نمایاں
ہمیشہ مُنڈ[1] مالا سے مزیّن — اسی زیور سے ہم رشتہ تھی گردن
کیا چنڈ اور منڈ ایسوں کو پامال — زمیں کو خون سے ان کے کیا لال
کیا دونوں کو دُنیا سے روانہ — کہے پھر کیوں نہ چامنڈا زمانہ

سراپا آپ کا افضل ہے سب سے
جھکاتے ہیں سر اپنا ہم ادب سے

مہا ودّیا ہیں شردھا آپ ہی ہیں — سُدھا بھی پُشٹ بھی ہیں لکشمی ہیں
ہے لجّیا نام دیوی آپ ہی کا — ہیں منبع آپ علم و آگہی کا
مہاراتر[2] آپ ہی نارائنی ہیں — ہم اے ماتا سراپا بندگی ہیں

۱ منڈ مالا یعنی سروں کا ہار ۲ مہاراتر یعنی شب اعظم

ہیں میدھا سرسوتی ایشوریہ سرکار — ہیں گن تین آپ ہی سے محوِ اظہار
ہے ست، رج، تم کا چکّر آپ ہی سے — یہ پیدا ہیں سراسر آپ ہی سے
بس اب نارائنی ہوں مہرباں آپ — ہوں خوش اے بانیٔ کون و مکاں آپ
ادب سے اب شرن میں آرہے ہیں — بجا تکریم ہم سب لا رہے ہیں
جو صورت ہے وہ صورت آپ کی ہے — زمانے پر حکومت آپ کی ہے
ہیں ساری طاقتوں کی آپ مالک — ہیں ساری قدرتوں کی آپ مالک
ہم اے دُرگے شرن میں آپ کی ہیں — سوالی بن کے در پر ملتجی ہیں
کریں ہم سب کی اے ماتا حفاظت — ادب سے پیش ہے نذرِ عقیدت
بنا دیتی ہیں سارے کام دیوی — ہمارا آپ کو پرنام دیوی
ہے تین آنکھوں سے روئے پاک روشن — تحفّظ ہو ہمارا زیرِ دامن
ہے سر اے کاتیاین خم ادب سے — ہے تعظیم آپ کی پیش و عقب سے
ہمیں امن و اماں کی دینے والی — ہے پرنام آپ کو اے بھدر کالی!
ہے جس ترشول سے رن کی زمیں لال — کیا ہے دیتوں کو جس سے پامال
ہمیشہ اب حفاظت ہو اسی سے — ہمیں حاصل یہ عزت ہو اسی سے
جو گھنٹہ آپ کا ہے شعبدہ ساز — محیطِ بحر و بر ہے جس کی آواز
فنا ہوتے ہیں جس سے دیتیہ بدکار — دنی، بدکیش، ظالم، زِشت کردار
حفاظت ہو ہماری اس سے اے ماں — سمجھ کر ہم کو اپنا طفلِ ناداں
گناہوں سے ہمیشہ دور رکھیے — ہمیں ہر طرح سے مسرور رکھیے
جو آلودہ ہے اسُروں کے لہو سے — بھری ہے اس قدر چربی کی بُو سے
وہ تلوار آپ کی ہم کو اماں دے — فراغِ روح دے تسکینِ جاں دے
بہم ہو خیر و بہبودی کا سامان — ہمارا ہر طرح ہو جائے کلّیان

برابر بندگی ہم کر رہے ہیں
اَدب کے ساتھ سرخم کر رہے ہیں

نگاہِ لطف فرماتی ہیں جب بھی
سراپا مہر بن جاتی ہیں جب بھی

تمام امراض ہو جاتے ہیں کافور
ہیں جتنے روگ ہو جاتے ہیں سب دور

مگر جب قہر ہو جاتا ہے نازل
تو آجاتی ہے بربادیٔ کامل

بگڑ جاتے ہیں سب بنتے ہوئے کام
نہیں ہوتا کوئی مقصد سر انجام

اُمید اِک آپ سے ہے جن کو سرکار
ہیں جن کی آپ ہی بس اک مددگار

انھیں بھی اس کا ہو جاتا ہے یارا
کہ دیں مشکل میں اوروں کو سہارا

ہوئیں کتنی ہی شکلوں میں نمودار
کیا ہر شکل سے اَسُروں کو فی النّار

یہ جو کچھ تھی کرامات آپ کی تھی
کرم فرما بس اک ذات آپ کی تھی

حمایت کون کر سکتا تھا ایسی
یہ قدرت کس کی تھی یہ تاب کس کی

یہ چودہ وِدّیائیں ہیں جو مشہور
یہ چاروں وید ہیں جو پیکرِ نور

ہیں جتنے شاستر یہ ، یہ گیان جتنے
یہ مانا روشنی ملتی ہے سب سے

ہے یہ جھوٹی محبت کا جو چکّر
اندھیرے کا ہے، ظلمت کا جو چکّر

گرفتار اس میں کرتی ہیں تو بس آپ
نشیمن کو بناتی ہیں قفَس آپ

جہاں کرتے ہیں برپا راکھشس شور
ستاتے ہیں جہاں انسان کو چور

جہاں ہوتے ہیں افعیٔ جان لیوا
جہاں ہوتا ہے نرغہ دشمنوں کا

جہاں طوفاں میں ہوتا ہے سمندر
جہاں گرداب کا ہوتا ہے چکّر

قیامت کی لگی ہو جس جگہ آگ
جہاں رکھتے ہوں شعلے جان سے لاگ

محافظ بن کے ہوتی ہیں عیاں آپ
بچاتی ہیں مصیبت سے وہاں آپ

ہیں پالن ہار سب کی آپ ہی ماں
ہے قائم آپ ہی سے بزمِ امکاں

ہیں مالک وِشو کی ، وِشواتمکا آپ
ہیں ساری آفرینش کی بنا آپ

قیامِ دہر کا راز آپ ہی ہیں
ازل سے محوِ اعجاز آپ ہی ہیں

ہیں برمھا وشنو یا بھگوان شنکر
زبانِ حال سے ہیں مدح گستر

ہیں گو خود مالکانِ ہر دوعالم   مگر گُن آپ کے گاتے ہیں پیہم
ہیں جو لوگ آپ کی بھگتی سے ممتاز   دیا ہے آپ نے جن کو یہ اعزاز
انھیں بھی دستگیری کا ہے یارا   وہ دے سکتے ہیں دنیا کو سہارا
حفاظت آپ نے جس طرح کی ہے   اماں اسُروں سے اب تک ہم کو دی ہے
لعینوں کو فنا جیسے کیا ہے   سکونِ دل ہمیں جیسے دیا ہے
ہو آئندہ بھی ایسے ہی عنایت   کرم ہو آپ کا ہم پر نہایت
گنہ جتنے ہیں سب کافور ہو جائیں   بلائیں جو بھی آئیں دُور ہو جائیں
غمِ دوراں کا درماں آپ سے ہے   یہ سب تکمیلِ ارماں آپ سے ہے
زمیں کے رہنے والے آسماں کے   ہیں باشندے جو یہ ہر سہ جہاں کے
ازل سے آپ ہی کے ہیں پرستار   پرستش آپ کی کرتے ہیں سرکار
ہے اک نام آپ ہی کا اور ہر نام   زمانہ آپ کو کرتا ہے پرنام
دکھائیں آپ اپنی شان ہم کو   عطا فرمائیں اب بردان ہم کو
سنی جب دیوتاؤں کی یہ گفتار   جگت ماتا ہوئیں فی الفور گُلبار
جو چاہو مانگ لو تم ، دیوتاؤ   تمھیں درکار ہے کیا شے ، بتاؤ
میں دوں گی تم کو ہر شے حسبِ دلخواہ   زر و دولت ہو یا ہو عزت و جاہ
تمھاری بھی مرادیں ہوں گی پوری   برآئے گی ہوس اہلِ جہاں کی
بر آئے گا ہر اک مقصد تمھارا   بھلا ساتھ اس کے دنیا بھر کا ہوگا
جواباً دیوتا فی الفور بولے   دل اپنے قفل کی مانند کھولے
ہوئی ہیں آپ جیسے اب مدد گار   کیا ہے دشمنوں کو جیسے فی النّار
زمیں کی سختیاں یا آسماں کی   بلائیں دور کی ہیں دوجہاں کی
ہو آئندہ بھی یونہیں شرکتِ حال   اسی صورت سے ہوں اغیار پامال
ہوئے جب دیوتا یوں طالبِ داد   مہامایا کے لب پر تھا یہ ارشاد

رواں جب دَور دیوشوت کا ہوگا | یہ منو نتر بڑی عظمت کا ہوگا
جُگ اٹھا ئیسواں پھر آئے گا جب | زمانا یوں ہی چکّر کھائے گا جب
مصیبت کے نظر آئیں گے آثار | نِشمبھ و شُمبھ پھر ہوں گے نمودار
میں گھر میں نند جی کے جنم لوں گی | جسودھا جی کو یہ اعزاز دوں گی
عجب اسباب ہو جائیں گے پیدا | اُنھیں کے بطن سے ہو کر ہویدا
نِشمبھ و شُمبھ کی قاتل بنوں گی | سکون و امن کی حامل بنوں گی
یہ دونوں دیتیہ ہو جائیں گے فی النار | زمیں ہوگی گناہوں سے سبک بار
یہ ہو جائیں گے جب دنیا سے رُخصت | کروں گی وِندھیا چل میں سکونت
پھر اس کے بعد جب لوں گی میں اَوتار | مرا قالب یہ ہوگا ہیبت آثار
کروں گی پرچت اَسُروں کو پامال | مرے دانت اُن کے خوں سے ہوں گے جب لال
ہیں جتنے دیوتا یہ سورگ باسی | ہیں یہ انساں جو دنیا کے نِواسی[1]
مری استُت پہ سب مائل رہیں گے | مجھے پھر رکت ونتی سب کہیں گے
وہ رُخ پلٹے گا پھر دورِ زمانی | نہ جب سو سال تک برسے گا پانی
پڑے گی قحط کی جب سر پہ افتاد | مُنی سب ہوں گے مجھ سے محوِ فریاد
میں پھر سکھ چین کا پیغام دوں گی | ایونج نام سے اوتار لوں گی
میں سو آنکھوں سے جب دیکھوں گی ان کو | بہ اندازِ عجب دیکھوں گی ان کو
خوشی کی رو ہیں سب بہنے لگیں گے | مجھے شت[2] آکھشی کہنے لگیں گے
نہ جب تک دہر میں برسے گا پانی | رہے گی کاہشِ جاں سرگرانی
کروں گی جسم سے میں ساگ پیدا | غذا ہوجائے گی یوں اک مہیّا
اسی سے پیٹ دُنیا کا بھرے گا | یہی دکھ دُور بھوکوں کا کرے گا
مری ممنون تامدّت رہے گی | مجھے شاکمبری دُنیا کہے گی

---

[1] نواسی یعنی باشندے [2] شت اکھشی یعنی سینکڑوں آنکھوں والا۔

اُسر اک دُرگ پھر ڈھائے گا آفت
زمانے بھر پہ توڑے گا قیامت

بنا کر اپنے تیروں کا نشانہ
کروں گی اُس کو دنیا سے روانہ

مٹے گا جہل و نکبت کا اندھیرا
رکھیں گے لوگ دُرگا نام میرا

پھر اس کے بعد بھی میں لوں گی اوتار
بھیانک شکل سے ہوں گی نمودار

ہمالہ پر مری ہوگی سکونت
کروں گی پاک مُنیوں کی حفاظت

بنیں گے راکھشس لقمہ دہن کا
وہ ہوں گے اور میرا پیٹ ہوگا

سراپا شُکر میرا دم بھریں گے
مُنی سب مل کے پھر استت کریں گے

مرے گُن گائیں گے بے حد ادب سے
کریں گے یاد بھیما کے لقب سے

ارُن برپا کرے گا جب قیامت
جب آ جائے گی اس ظالم کی شامت

کروں گی اپنی قدرت کا میں اظہار
عجب انداز سے ہوں گی نمودار

جو بیش از بیش ہیں میرے یہ جلوے
وہ بن جائیں گے لاتعداد بھونرے

یہ بھونرے جب اسے کر دیں گے بے حال
ارُن ہو جائے گا فی الفور پامال

جو دیکھے گا یہ اعجازِ یگانہ
کہے گا بھرامری مجھ کو زمانہ

مری تعریف ہوگی لب پہ سب کے
مری توصیف ہوگی لب پہ سب کے

کریں گے جب بھی دانوَ کچھ شرارت
رگوں میں ان کی جب ہوگی حرارت

چکھاؤں گی انھیں اس کا مزا میں
ہر اِک ملعون کو دوں گی سزائیں

جو فاسق درپئے آزار ہوگا
ہلاکِ خنجرِ خونبار ہوگا

غریبوں کا لہو پینے نہ دوں گی
اسے ماروں گی میں جینے نہ دوں گی

بارہواں ادھیائے

مسلّط دل پہ جو مردِ نکو خو / نہایت شانتی سے ہو کے یکسو
پڑھے گا استتی یہ روز میری / میں اس کی مشکلیں آساں کروں گی
کہے گا جو بھی مدھ کیٹبھ کا احوال / ہوا کس طرح وہ بدکار پامال
جو مہشاسُر کا افسانہ کہے گا / زباں پر جس کی ذکر اس کا رہے گا
پڑھے گا جو نِشمبھ و شُمبھ کا حال / یقیناً ہوگا وہ انساں نکو فال
جو انساں اشٹمی کو چودھویں کو / ہمیشہ ہر مہینے کی نویں کو
سنے گا ذکر میرا ہو کے یکسو / رکھے گا دل کو اپنے زیرِ قابو
بڑی بھگتی سے ان پہ دھیان دے گا / مزا میرے چرتروں کا جو لے گا
جو ہوگا اس کی عظمت سے شناسا / بڑائی سے فضیلت سے شناسا
کبھی اس سے گنہ کوئی نہ ہوگا / وہ ہر گز محوِ بدجوئی نہ ہوگا
نہ ہوگا آشنا حرفِ خطا سے / بچے گا ہر مصیبت سے، بلا سے
ہمیشہ رنج و غم سے یاس سے دور / رہے گا نکبت و افلاس سے دور
ستائے گی نہ اپنوں کی جدائی / بلائے ہجر سے ہوگی رہائی
دل اس کا ہوگا خوف و بیم سے پاک / رہے گا چور سے، ڈاکو سے بیباک
بپا ہوگا نہ اس پر قہرِ شاہی / نہ ہوگی آگ پانی سے تباہی
نہ ہتھیاروں کا ڈر اس کو رہے گا / نہ پھر کوئی خطر اس کو رہے گا

لہٰذا فرض ہے یہ ہر بشر کا ۔۔۔ پڑھے بے حد شغف سے ذکر میرا
سُنے بھگتی سے یہ ساری کتھائیں ۔۔۔ نہ اس کے پاس پھر پھٹکیں بلائیں
کتھا ہے یہ نہایت بافضیلت ۔۔۔ عطا کرتی ہے انسانوں کو برکت
نہ پھٹکیں گی وبائیں پاس ہرگز ۔۔۔ نہ ہوگا کوئی وقفِ یاس ہرگز
جہاں رہتا ہے یہ شغلِ دل افروز ۔۔۔ پڑھا جاتا ہے میرا ذکر ہر روز
میں رہتی ہوں ہمیشہ ایسے گھر میں ۔۔۔ جگہ پاتا ہے وہ میری نظر میں
غلط کام اس کے ہوجاتے ہیں سب ٹھیک ۔۔۔ میں رہتی ہوں ہمیشہ اس کے نزدیک
ہون ہو، یگّیہ ہو وہ خواہ پوجا ۔۔۔ بڑا تہوار ہو یا کوئی جلسہ
مرے اذکار پڑھئے خواہ سنئے ۔۔۔ مُرادوں کے چمن سے پھول چنئے
جو دانا یا کوئی نادان انسان ۔۔۔ ہون کرتا ہے یا دیتا ہے بلدان[1]
عبادت اس کی میں کرتی ہوں منظور ۔۔۔ عقیدت سے بہت ہوتی ہوں مسرور
شرد رُت میں ہو جب آغازِ سرما ۔۔۔ ہوا کرتی ہے سالانہ جو پوجا
چرتر اس میں سنا جاتا ہے میرا ۔۔۔ دلوں کا دور ہوتا ہے اندھیرا
لگا کر دل جو سنتا ہے مرا ذِکر ۔۔۔ نہیں اس کو ستاتی ایک بھی فکر
وہ ہوجاتا ہے آزادِ مصائب ۔۔۔ نحوست اُس کی ہوجاتی ہے غائب
زر و دولت سے بھرتا ہے خزانہ ۔۔۔ بدل جاتا ہے اُس کا کارخانہ
میسر اُس کو ہوجاتا ہے فرزند ۔۔۔ نظر آتی ہے اُس کو شکلِ دلبند
وہ ہو جاتا ہے بحرِ عیش میں غرق ۔۔۔ ذرا بھی اس میں پڑسکتا نہیں فرق
جو سُنتا ہے یہ ذکرِ بافضیلت ۔۔۔ جو سُنتا ہے مرا حالِ ولادت
کسی سے چھڑ گئی ہو جب لڑائی ۔۔۔ سُنے اس وقت جو میری بڑائی
نہیں ڈرتا کسی سے صورتِ شیر ۔۔۔ مخالف اس کے ہوجاتے ہیں سب زیر

[1] بلیدان یعنی قربانی

جو دشمن ہیں وہ جو جاتے ہیں برباد
نہیں رہتا دلِ ناشاد ناشاد

گھر اتنا پھولتا پھلتا ہے اس کا
قلم ہر دَور میں چلتا ہے اس کا

دُعا پاتا ہے بختِ کامراں کی
کہ ہوتی ہے ترقّی خانداں کی

اگر جاری کوئی ایسا عمل ہو
کہ منظور اس سے کچھ ردِّ خلل ہو

کسی کو ہو جو بدخوابی کا آزار
جو اس موذی مَرض میں ہو گرفتار

جو ہو بچّوں کی بیماری سے حیراں
کسی صورت سے بھی ہو جو پریشاں

مرا ذکر فضیلت یہ سُنے وہ
بیانِ شان و عظمت یہ سُنے وہ

مَرض بچّوں کا ہو جائے گا عنقا
نہیں باقی رہے گا کوئی جھگڑا

چلی جائے گی بدخوابی کی لعنت
وہ خوش خوابی سے پائے گا مسرّت

ہے میرے ذِکر کی مشہور تاثیر
نہیں رہتا بشر پھر کوئی دِلگیر

یہ بچّوں کے مَرض کی اِک دوا ہے
اسی سے دُور اُن کی ہر بلا ہے

یہ ہے نا اتفاقی کا مداوا
ملا دیتی ہے دل دوٗ دشمنوں کا

جو بچھڑے ہیں ملا دیتی ہے اُن کو
جو مردہ ہیں جلا دیتی ہے اُن کو

نہیں رکھتی یہ دل میلا کسی کا
دِکھا دیتی ہے جلوہ دوستی کا

یہ کر دیتی ہے بدکاروں کو پامال
یہ کر دیتی ہے پاپی کا بُرا حال

فنا ہوتے ہیں اس سے راکھشس سب
ہوا ہو تے ہیں بربادِ ہوس سب

پشاچوں کی نہیں چلتی ذرا بھی
نشاں رہتا نہیں بھوتوں کا باقی

شرَف اس سے یہ پاجاتے ہیں انساں
مرے نزدیک آجاتے ہیں انساں

کرے کوئی کہیں پشوؤں کا بلدان
کرے پھولوں سے یا پوجا کا سامان

چڑھائے خواہ کوئی مجھ کو پانی
عمل ہو یہ عبادت کی نشانی

کرے یا عود و عنبر سے عبادت
چراغوں سے کرے روشن ارادت

کھلائے خواہ کھانا برہمن کو
جگہ دے خواہ پوجا میں ہَون کو

کرے دن رات پنچا مرّت کا پان — ضیافت کا کرے کچھ اور سامان
ہے ان سب سادھنوں کا جو بھی ثمرہ — وہی اس ذکر کا بھی ہے نتیجہ
جو خود سنتا ہے یا پڑھتا ہے یہ حال — وہ بن جاتا ہے بالآخر نِکو فال
ہوا ہوتی ہے اس کی ناصبوری — مرادیں اس کی ہو جاتی ہیں پوری
نہیں رہتا اسے کوئی بھی آزار — مری رحمت کا ہوتا ہے سزاوار
دوا بیمار کو ملتی ہے اس سے — شفا بیمار کو ملتی ہے اس سے
بدل جاتے ہیں فطرت سے لعیں بھی — گنہ باقی نہیں رہتا کہیں بھی
کتھا میری جو کرتا ہے سماعت — کیا کرتی ہوں میں اس کی حفاظت
نہیں رہتا اسے بھوتوں کا ڈر کچھ — پہنچ سکتا نہیں ان سے ضرر کچھ
کیا ہے میں نے اسُروں کو جو فی النّار — رہے ہیں کھیت لاکھوں، وقتِ پیکار
اگر سنتے ہیں گوشِ دل سے انساں — نہیں رہتے وہ اعدا سے پریشاں
جو تم سب نے مری تعریف کی ہے — جو برہما نے مری توصیف کی ہے
جو رِشیوں نے بیاں کی ہے فضیلت — جو مُنیوں نے عیاں کی ہے فضیلت
نکھرتی ہے اسے پڑھنے سے دانش — سنورتی ہے اسے پڑھنے سے دانش
جو داوانل میں کوئی گھر گیا ہو — گھنے جنگل میں کوئی گھر گیا ہو
جو ویرانے میں ہو چوروں سے مجبور — جو ہو دشمن کے ہاتھوں پست و مجبور
جو ہو دامِ مصائب میں گرفتار — ہو جس پردشت میں شیروں کی یلغار
گھرا ہو دشت میں جو ہاتھیوں سے — الگ جو ہو گیا ہو ساتھیوں سے
جسے خوفِ زیانِ زندگی ہو — حکومت نے سزا پھانسی کی دی ہو
جو زندانِ بلا میں ہو گرفتار — سمندر میں جسے پیش آئے منجدھار
گِھرا ہو جس کا طوفاں سے سفینہ — جسے دم بھر بھی ہو دُشوار جینا
لڑائی میں ہوں جس پہ وار پہ وار — چلیں ہر سمت سے دشمن کے ہتھیار

ہوں جس پر آفتیں ہر وقت نازل — جسے درپیش ہو مشکل سی مشکل
تہِ دل سے اگر مجھ کو کرے یاد — جو رکھے دھیان میں میری یہ روداد
نجات اس کو میسّر ہو الم سے — رہا ہو جائے فوراً دامِ غم سے
جو پڑھتا ہے مرے یہ ذکر و اذکار — نہیں اس کو پہنچتا کوئی آزار
درندے، چور، رہزن جس قدر ہیں — بشر کے اور دشمن جس قدر ہیں
وہ ہو جاتے ہیں غائب دور ہی سے — اماں ملتی ہے ان کو ہر کسی سے
پھر آگے مہرشی گویا ہوئے یوں — جو پنہاں راز تھے افشا ہوئے یوں
ہوئی جب ختم دیوی جی کی تقریر — جمال ان کا وہ لافانی، جہانگیر
سمٹ کر ہوگیا یک بار غائب — تھا اب وہ پیکرِ اَسرار غائب
ہزاروں دیوتا موجود تھے گو — مقامِ خاص سے مشہود تھے گو
انھیں کے سامنے گم ہوگئیں آپ — خود اپنی ذات میں پھر کھوگئیں آپ
نہ اب تھا دیوتاؤں کو کوئی باک — کہ دشمن جاچکے تھے سب تہِ خاک
حقوق ان کے دوبارہ ہاتھ آئے — ہوئے بشّاش سب اپنے پرائے
انھیں ملنے لگا پھر یگیہ کا بھاگ — انھیں کے لوگ پھر گانے لگے راگ
جو تھے ہر دیوتا کے دشمنِ جاں — ہوا برباد جن سے امنِ دوراں
نشمبھ و شنبھ دونوں مر چکے جب — یہ کرنی اپنی اپنی بھر چکے جب
رہا ان کا نہ کوئی بھی ٹھکانا — ہوئے پاتال کی جانب روانہ
اسی صورت سے اے راجن وہ دیوی — کیا کرتی ہیں رکھشا دوجہاں کی
ضرورت کے موافق سینکڑوں بار — لیا کرتی ہیں اس دنیا میں اوتار
فریب دہر کا باعث وہی ہیں — دو عالم کو وہ جلوہ بخشتی ہیں
عطا کرتی ہیں وہ حسبِ طلب علم — انھیں کے فیض سے ملتے ہیں سب علم
انھیں ہوتی ہے جب حاصل مسرّت — عطا کرتی ہیں وہ کشف و کرامت

تجلّی ان کی ہے کون ومکاں میں
وجود ان کا ہے ساری دوجہاں میں

بپا ہوتا ہے جب شورِ قیامت
جب آجاتی ہے بدکاروں کی شامت

مہا کالی کا رکھ لیتی ہیں قالب
گنہگاروں پہ آجاتی ہے غالب

مہا ماری بھی بن جاتی ہیں سرکار
یہ اس صورت میں ہوتی ہیں نمودار

جب آجاتا ہے وقتِ آفرینش
کرم کی، مہر کی ہوتی ہے بارش

ہویدا ہو کے کہلاتی ہیں سرشٹی
بنا کرتی ہیں راہیں پرورش کی

ہیں[1] پرانی جتنے سب کو پالتی ہیں
ہمیشہ دیکھتی ہیں بھالتی ہیں

سناتن روپ کہلاتا ہے ان کا
دوامی فیض ہو جاتا ہے ان کا

ترقّی کاجب آتا ہے زمانہ
بدل جاتا ہے سارا کارنامہ

یہ رکھ لیتی ہیں قالب لکشمی کا
بنادیتی ہیں گھر کو گھر خوشی کا

بڑھا کرتی ہے یوں تو روزدولت
امیری گھر میں کرتی ہے سکونت

بدی کا جب مگر ہوتا ہے دورہ
پلٹ جاتا ہے جب قسمت کا پانسہ

جگہ کرتا ہے آکر گھر میں افلاس
نہیں رہتا ہے اِک حبّہ بھی پھر پاس

جو ہو استت زباں پر بھگوتی کی
نہ بھولیں یاد دَم بھر بھگوتی کی

کریں پھل پھول سے ان کی جو پوجا
جو عطر و عود کا ہو پیش تحفہ

مہا مایاسے ہو ہر چیز حاصل
رہے ہر حال میں لطف ان کا شامل

زرو دولت سے بھر جائے خزانہ
میسّر آئے فرزندِ یگانہ

ہو انساں دھرم کے رستے کارہرو
پڑے دل پر اس آئینے کا پرتو

نگارِ عقل کی زلفیں سنو ر جائیں
خرد کے فہم کے جو ہر نکھر جائیں

---

[1] پرانی یعنی جاندار

تیرھواں ادّھیائے

کہا میدھا رشی نے اب کہ راجن!
ہوئی شمعِ ہدایت تم پہ روشن

کہے میں نے مہامایا کے حالات
دِکھائے ان کے یزدانی کمالات

کتھائیں جن کی یوں تم نے سُنی ہیں
وہی دیوی خدائے زندگی ہیں

انھیں پر انحصارِ دوجہاں ہے
انھیں سے رونقِ کون و مکاں ہے

کشادہ ہے انھیں سے بابِ حکمت
وہی ہیں وشنو جی کی پاک قدرت

ہوئے تم موہ[1] کے ہاتھوں جو یوں تنگ
انھیں کا تھا یہ اک افسوں یہ نیرنگ

ہوا یہ ویشیہ بھی وقفِ توہّم
حواس و ہوش یکسر ہو گئے گُم

ہے یہ ادنیٰ سا اک اعجاز ان کا
بہک جاتے ہیں اکثر مردِ دانا

ذرا سا بھی جو ہو ان کا اشارا
ہو نادانی خِرد سے آشکارا

جو ہیں نازاں خرد مندی پہ اپنی
جہالت گھیر لیتی ہے انھیں بھی

ازل سے سلسلہ جاری ہے ایسا
یہی دستور آگے بھی رہے گا

ہمیشہ ہو کے مایا کے حوالے
یوں ہی بہکا کریں گے عقل والے

ہیں جو انسان خوش خو نیک پیشہ
وہ بھگتی ان کی کرتے ہیں ہمیشہ

انھیں ہر طرح کی ملتی ہے راحت
بہم ہوتا ہے ساز و برگِ عشرت

[1] موہ یعنی جھوٹی محبت

اماں ملتی ہے دنیا سے گزر کر — جگہ وہ سورگ میں پاتے ہیں مرکر
وہ پاتے ہیں حیاتِ سرمدی بھی — انھیں ملتی ہے پدوی اکھش کی بھی
رشی میدھا کی یہ تقریر سُن کر — پڑا ایسا اثر دونوں کے دل پر
مہاراجہ سُرتھ کو ہوش آیا — ہوئی تحریک سی، اک جوش آیا
قلق تھا راج چھن جانے کا اُس کو — تھا غم یوں ٹھوکریں کھانے کا اس کو
حماقت پر پریشاں ہو رہا تھا — جہالت سے ہراساں ہو رہا تھا
جو تھی راہِ جنوں زا ، ترک کردی — فقیری لے کے دنیا ترک کردی
تپسیا کا تھا اُس کے تن پہ بانا — ریاضت کوش تھا اب مردِ دانا
ہوا وہ ویشیہ بھی غفلت سے ہشیار — ہوئی سوتے سے قسمت اس کی بیدار
مہامایا کے درشن کا تھا طالب — ہوا اس پر بھی جذبِ ترک غالب
کنارے اک ندی کے چل دیا وہ — ہوا بیگانۂ حرص و ہوا وہ
تپسیا میں ہوا دن رات مشغول — ریاضت زندگی کا اب تھی معمول
وہ ”دیوی سوکت“ کا کرنے لگا جاپ — کیا اس منتر کا بے انتہا جاپ
تھی اس کی یہ ریاضت سخت بیحد — تھی اس کی یہ عبادت سخت بیحد
تھے دونوں کلفتِ دنیا کے مارے — یونہیں بستے تھے دریا کے کنارے
بنائی اک وہاں مٹّی کی مورت — ہوئے بھگتی سے پھر محوِ عبادت
ہون ترپن سے ہر دم کام رہتا — مہامایا کالب پر نام رہتا
چڑھاتے تھے اسے پھولوں کی مالا — تھی اس کی دھوپ سے چندن سے پوجا
بہت کم تھی غذا کی یوں ہی مقدار — بسر کرنے لگے پھر وہ نِراہار[1]

---

[1] نراہار یعنی بغیر غذا

اُترتا تھا نہ زیرِ حلق دانہ — تھے فاقے روز مرّہ زاہدانہ
کیا پھر اپنے دل کو زیرِ قابو — عبادت میں ہوئے اس درجہ یکسو
ریاضت کا شغف اتنا بڑھایا — کہ اپنا خونِ دیوی کو چڑھایا
ہوئے یوں بے خودی کے جب حوالے — برس تین اس طرح سے کاٹ ڈالے
ہوئیں ان پر کرم فرما بھوانی — عیاں ہو کر تھیں یوں گویا بھوانی
میں ہوں تم سے بہت مسرور راجن! — کروں کی درد دُکھ سب دُور راجن!
غنی ہو تم نشاطِ زندگی سے — جو چاہے مانگ لو دوں گی خوشی سے
یہ ماتا نے کہا پھر ویشیہ سے بھی — کروں گی ہر تمنا تیری پوری
جواباً یہ کہا راجہ سُرتھ نے — کہ ہم ہیں آپ کے ناچیز بندے
میں جب پیدا ہوں دنیا میں دوبارہ — ہو چشمِ لطف کا ایسا اشارہ
حکومت مستقل اک ہاتھ آئے — کبھی جو منقلب ہونے نہ پائے
کروں اُس جنم میں دشمن کو پھر پست — عصائے قیصری ہو زینتِ دست
پلٹ کر وہ پرانا راج مل جائے — دوبارہ مجھ کو تخت و تاج مل جائے
کہا پھر ویشیہ نے یہ دست بستہ — کروں میں ترک نیک و بد کا رستہ
من و تُو کا یہ قصہ ختم ہو جائے — یہ جھگڑا ، یہ قضیہ ختم ہو جائے
مجھے عرفاں کی دولت بخش دیں آپ — سکونِ جاں کی نعمت بخش دیں آپ
سُرتھ سے تھا مہامایا کا ارشاد — کہ پھر ہو گے حکومت پا کے تم شاد
جو دشمن ہیں فنا ہو کر رہیں گے — جو ظالم ہیں ہوا ہو کر رہیں گے
کرو گے ترک جب یہ جسم اپنا — دوبارہ ہو گے تم سورج سے پیدا
مُنی ساورن تب کہلاؤ گے تم — بڑی تکریم و عظمت پاؤ گے تم

مخاطب ویشیہ سے دیوی ہوئیں اب   بر آئیں گے تمھارے دل کے مطلب
چراغِ راہ پہلے گیان ہوگا   میسّر پھر تمھیں نروان ہوگا
دیا پھر مارکنڈے نے یہ اُپدیش   گل افشاں یوں ہوئے وہ معرفت کیش
دِیے ان کو مہامایا نے بردان   کیا دونوں کا ہر صورت سے کلیان
پھر ان دونوں نے کی دیوی کی پوجا   ہوئے ان کی صفت میں نغمہ پیرا
پھر اس کے بعد پنہاں ہوگئیں وہ   وجودِ غیب ساماں ہوگئیں وہ
سُرتھ کا جنم پھر سورج سے ہوگا   نئے عنواں نئی سج دھج سے ہوگا
امر بن کر وہ دنیا میں رہیں گے   مُنی ساورنؔ سب اُن کو کہیں گے

بقالوحِ جبیں کا ہوگی عنوان
مکمّل ہوگا یوں دیوی کا بردان

مرحوم علاّمہ بشیشور پرشاد سکسینہ منوّر لکھنوی نے جہاں کالی داس، اقبال، ٹیگور، دیش بندھو سی۔ آر۔ داس، بھاس اور نامور جرمن فلاسفر گوئٹے کی شہرۂ آفاق ادبی تصانیف کے منظوم ترجمے اُردو دُنیا کو دِیے وہاں اُن کے کیے ہوئے مقدس تہذیبی صحیفوں کمار سمبھو، مہاتما بدھ کی تعلیمات کے مجموعے دھمپد، جے دیو کی گیت گووند، شنکر آچاریہ کی چرپٹ پنجریک، شریمد بھاگوت گیتا کے منظوم ترجمے بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر قارئینِ اُردو کے ہاتھوں تک پہنچے۔ موصوف نے قرآن مجید کی سورتوں اور انجیلِ مقدس کے ابواب کے منظوم ترجمے بھی کمالِ عقیدت اور فنی التزام سے کیے۔ کمار سمبھو اور گیت گووند جیسے مقدس صحیفوں کے منظوم ترجمے کرنے کا حوصلہ کسی دوسرے اُردو شاعر کو نہیں ہوا۔ ''کمار سمبھو'' اور ''دھمپد'' کے منوّر کے تراجم تو انجمن ترقی اُردو ہند جیسے مؤقر ادبی ادارے نے شائع کیے۔

''دُرگا سپت شتی'' کا یہ آزاد ترجمہ منوّر صاحب کا ایک اور کارنامہ ہے جو موصوف نے تقریباً نصف صدی قبل کیا تھا۔

''دُرگا سپت شتی'' ہندو مذہب کا ایک نہایت مقدس، اہم اور پُر تاثیر صحیفہ ہے جو نہ صرف شکتی مذہب کے ماننے والوں میں بکمال عقیدت پڑھا جاتا ہے بلکہ ہندو مذہب کے دوسرے اسکولوں میں بھی نہایت ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ صحیفہ زبانِ سنسکرت میں ہے اور اس کے تراجم ہندی نثر اور نظم دونوں میں ہو چکے ہیں۔